

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226474

UNIVERSAL
LIBRARY

BROWN BOOK

226474

وہ
عالمی رسالہ نمبر

فہرست مضامین

صفحہ

مضامین Checked 15

۱۵۲
۹

- ۱ قوت حافظہ کی تعریف
- ۹ حافظہ اور اسکے اقسام
- ۱۳ حافظہ کی قدرتی رو بہدگی اور فراموشی کے اسباب
- ۲۴ حافظہ کو ترقی دینے کی تدابیر
- ۳۲ طالب علموں کے واسطے مفید قواعد
- ۳۹ طالب علموں کے لئے تاریخ اور دیگر مضامین کے یاد کرنے کا گروہ
- ۴۲ شائقین کتب میں کے واسطے چند ضروری ہدایات اور قواعد
- ۴۶ نظم کا حافظہ پر اثر
- ۴۹ طالب علموں کے واسطے علمی الخصوص اور دیگر اصحاب کے واسطے مفید مطالب گروہ
- ۵۱ عیلم اور حافظہ
- ۵۲ تذکر
- ۵۴ بچوں میں حافظہ کی ترتیب
- ۶۲ حافظہ کا استعمال

عرض حال

فصل فلسفی یعنی فلسفہ ذہنی کی ابتک شاید کوئی کتاب ہمارے ملک میں ایسی مفصل اور شرح
 موجود نہیں کہ جو واقعی ان ضروریات کو پورا کر سکے جو ایسے علم کے عدم وجود سے کسی ملک
 میں لاحق ہوتی ہیں۔ حافظہ انسان کی واسطے ایسا ہی ضروری ہے جیسے خورد و نوش کیونکہ
 دنیاوی ضروریات میں اسکی احتیاج ایسی ہی محسوس ہوتی ہے جیسے آب و آواز کی ملک کی
 اجمالی حالت کو بھی اگر نظر انداز کر دیا جائے تو بذاتہ ہر ایک شخص کی تمام عمر کی
 کامیابی خواہ اسکا تعلق علم سے تو اسے کسی فن سے حافظہ کی ہی عمدگی اور درستی پر منحصر
 ہے۔ تمام عمر کی تحصیل اور انکے نتائج اسکے لطف و کرم کے محتاج ہیں۔ اور جب یہ
 ضروریات شخصی دائرہ سے نکلا کر اجمال کی طرف خود کرتی ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ
 تمام ملک کی عظمت اور فائز البالی اسی کے فیض کی دست نگر ہے۔ بچہ سے بوڑھے
 تک کو اسکی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور کوئی بشر تمام دنیا میں ایسا نہیں جو
 اس سے مستغنی ہو۔

ہمارے ملک میں ہر روز ہر قسم کی ترقی کی واسطے ایک شور برپا کیا جاتا ہے مگر وہ صرف
 زبان ہی تک محدود رہتا ہے۔ ماہرہ کو ہمیں دخل نہیں دیا جاتا۔ ضرورت ہر ایک چیز
 کی محسوس ہوتی ہے مگر اسکے پورا کرنے کا سامان کون کرے؟

مغربی ممالک میں جب قدر آجکل تہذیب و شائستگی کو ترقی ہوئی ہے اور حقیقتہاً
 شرح اور پہلو سے انسان نے کوشش کر کے علم و فضل کی تحقیق و ایجاد میں درجہ کمال حاصل
 ہوا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ایک ایک علم پر بشمار کتابیں ہر روز تصنیف و تالیف

کیجاتی ہیں۔ اور لوگ اُن سے مستفید ہو کر ملک اور قوم کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔
 فلسفہ ذہنی یعنی حافظہ کی ہی بیشمار کتابیں مغربی زبانوں میں موجود ہیں۔
 مگر ہم سے بیکار۔ ہم اُن سے اس وقت مستفید ہو سکتے ہیں جب وہ ہمارے ملک کی زبان میں
 ہوں۔ کسی کتاب کا ترجمہ ہرگز اس قدر مفید نہیں ہو سکتا جس قدر کہ اسکے مفید ہونے
 کی ضرورت درحقیقت ہوتی ہے۔ جن اصحاب کو علم سے اچھی طرح خبر ہے وہ ترجمہ کے شائق
 اور عیوب سے ناواقف نہیں ہیں۔ *

چنانچہ مذکورہ بالا جو بات کو مد نظر رکھ کر میں نے مستند اور مشہور فاضل
 و عالم ڈاکٹر ونڈلوفسکیون اور محققون کے تجربات مشاہدات اور اقوال اور نیز اپنے ذاتی
 تجربہ اور علم سے یہ رسالہ مکمل کیا۔ اور بخوف طوالت اور نیز اس خیال سے کہ عوام الناس
 کی دسترس میں ہو اور ہر ایک شخص اس سے مستفید ہو سکے صرف ضروری اور مشہور باتوں کو
 اس میں درج کیا گیا ہے اور حتی الامکان فضول اور خارج از مضمون بحث کو ترک کیا گیا ہے۔
 اُمید ہے کہ علاوہ اسکے زبان اردو میں ایک نئی تحقیق کی اشاعت اور ترویج ہو اور
 اردو کے کمزور ذخیرہ کو اس سے زرخیزی حاصل ہو۔ طلباء اور دیگر علم دوست اشخاص
 اور نیز ہر ایک کاروباری شخص کے واسطے اسکا مطالعہ از حد مفید اور اسکی تعمیل ایک نعمت
 غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔ *

یہ تو محتاج بیان نہیں کہ آج زندگی کے تعلق ہر ایک کام سعی پر منحصر ہے۔ اگر آپ
 علم تحصیل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ کو نئی فن یا پیشہ میں کمال حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ
 امتحان متبادل میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں۔ یونیورسٹی کی ڈگری یا پتہ عالم بننا چاہتے ہیں۔
 آپ امتحان کالت میں کامیاب ہو کر شہرہ و معروف متقدم بننا چاہتے ہیں۔ غرض
 آپ جس بات میں کمال حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو ایسی کتاب کے مطالعہ کی ضرورت
 ہو جو اس وقت میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ *

امد حافظ

قوتِ حافظ

حافظ وہ قوت ہے جس سے جو کچھ ہم سنیں - دیکھیں - پڑھیں - سونگھیں - اور
 علیٰ ہذا القیاس ہر سب ہم یاد رکھیں - اور اسکی امداد سے ہم اپنے گزشتہ تجربات
 اور شہادت سے مستفید ہوتے ہیں - یہی وہ قوت ہے جسکے ذریعہ سے ہمارے مکان
 میں ہے کہ ہم اپنی گزشتہ زندگی - اسکی غلطیاں - اسکے قصور - اسکی خوبیاں اور مختلف
 موقعوں پر اس سے جو کچھ نصائح حاصل ہوتے ہیں - انکو جس قوت چاہیں اپنے تصور میں
 محدود کر لیں اور جو چاہیں کام لیں - جب یہ قوت کمزور ہو جاتی ہے یا بالکل منقرض ہو جاتی
 ہے تو ہماری تمام گزشتہ زندگی ہمارے ماتھے سے نکلتی ہے - اور جو کچھ ہم نے سیکھا
 ہے سب بیکار محض ہو جاتا ہے - چنانچہ حال کا ہنی کر ہے کہ فرانس میں ایک یہ نصیب
 عورت کی قوتِ حافظہ بالکل معدوم ہو گئی - جو کچھ سکویا دہتا سب بہول گیا - عورت
 مذکورہ بازار میں تھی - مکان تک اپنا یاد نہ رہا - خود اپنا نام ہی بہول گئی - اور ناظرین
 اندازہ کر سکتے ہیں کہ اسکی حالت اسوقت کیسی قابلِ تیس تھی ! +

• قوتِ حافظہ کی قیمت و قدر ہمارے خیال سے باہر ہے - ہر ایک شخص خود اپنی جگہ
 اسکی خوبی اور اسکے فوائد جانتا ہے - امداد اسکے اصل منقود ہونا تو علیحدہ رہا اپنے تصور
 میں اسکو معدوم سمجھ کر ذرا سوچ لو کیا کیا نتائج نکل سکتے ہیں +

بعض لوگوں کا حافظہ ایسا ہوتا ہے کہ جو کچھ وہ یاد کرتے ہیں بہت جلد بہرہ لجاتے ہیں اور ایسا وسطے اپنی حالت میں کچھ ترقی نہیں کر سکتے۔ یہ کتاب پڑھتے ہیں۔ مگر اس معاملہ کا اثر اپنے دماغ میں ذخیرہ نہیں کر سکتے البتہ صرف اتنا فائدہ انکو ہوتا ہے کہ ایک خطہ کے واسطے انکو خوشی اور حفظ حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ لاکھ کوشش کرتے ہیں کہ جو کچھ کتاب میں لکھا ہے وہ انکو یاد رہے مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اسکے برعکس بعض شیخوں ایسے ہوتے ہیں کہ جبکو ذرا ذرا سی باتیں ہی ہر وقت از بر رہتی ہیں۔ ولایت کے ایک دوکاندار کا ذکر ہے کہ اسکی دوکان پر ایک مرتبہ یہی جو شخص سودا خریدنے آیا وہ اسکا نام یاد کر لیتا۔ بلکہ جو شخص ایک دفعہ کوئی چیز خریدتا وہ بھی اسکو یاد دیتی۔ اور طرفہ یہ کہ اسکو اپنے اس کام میں قوت حافظہ سے معمولی کام لینا پڑتا کوئی غیر معمولی کوشش کرنے کی مطلق ضرورت نہ پیش آتی ہے۔

شاہ سائرس کا ذکر ہے کہ اسکو اپنی فریج کے ایک ایک سپاہی کا نام اندر تھا۔ اور مرٹڈیٹاس جو ۲۲ قوموں پر حکومت کرتا تھا ہر ایک قوم کی زبان بخوبی جانتا تھا۔ جرمز کے شاہنشاہ فرڈیرک اعظم کا یہ حال تھا کہ وہ اپنے ہر ایک سپاہی کا نام اور اسکی شکل بخوبی جانتا تھا۔

مسلمانوں میں حافظوں کو ابتدا سے اتہاناک تمام قرآن از بر ہوتا ہے۔ پوپ پولوس چہارم کو تمام عہد نامہ جدید حفظ تھا۔ ایک ایرانی شاعر کا ذکر ہے کہ جو شعر ایک مرتبہ سن لیتا وہ اسکو مدت العمر کے واسطے یاد ہو جاتا۔ اسکے پاس ایک غلام تھا۔ اور اسکو بھی قدرت نے ایسا زبردست حافظہ دیا تھا کہ جو شعر دو مرتبہ سن لیتا ساری عمر نہ ہولتا +

چنانچہ آقا اعجاز سلام اپنے استعد زبردست حافظہ سے ان تمام شاعروں کی بے غزنی کرتے جو اس یادشاہ کے دربار میں کوئی فقیر لیکر کسی انعام کی امید نہ کیا کرتے تھے

جسکے یہاں آقا ملازم تھا۔ جب کوئی شاعر قصیدہ سنا تا تھا۔ درباری شاعر کو حفظ ہو جاتا۔ یہ فی الغور بادشاہ سے عرض کرتا کہ حضور یہ تو مقید من میں سے کیسا کا کام ہے اور مجھکو ازبر یاد ہے۔ اُمیدوار شاعر بیچارہ حیران رہ جاتا۔ بادشاہ بہتی تعجب ہوتے اور پارشا کرتے کہ اگر تم کو یاد ہے تو سناؤ۔ درباری شاعر فی الغور تمام قصیدہ ازبر سنا دیتے۔ اور اب چونکہ غلام کو وہی قصیدہ دو مرتبہ سننے کا اتفاق ہوتا ہے درباری شاعر عرض کرتے کہ حضور اس غلام نے ہی یہ قصیدہ سنا ہوا ہے شاید اسکو ہی یاد ہے۔ ارشاد ہوتا کہ اچھا اور غلام ہی سارا قصیدہ ازبر سنا دیتا۔ اب اُمیدوار شاعر کا جوال ہوتا ہوگا وہ ناظرین خود ہی قیاس کر سکتے ہیں +

اسی طرح زمانہ سابق میں شاہ فرانس کے دربار میں ایک شاعر تھا جسکا حافظہ اسقدر زبردست تھا کہ جو شعر یا قصیدہ ایک مرتبہ سن لیتا کسی ساری عمر نہ بھولتا + انسان جو قوت کوئی چیز بڑھتا ہے یا دیکھتا ہے وہ گویا اسکے دماغ پر نقش ہو جاتی ہے اور موقع مناسب پر خود بخود تمام حالات اُسکے سامنے آجاتے ہیں جس شخص سے اس نے کوئی بات سنی ہو جو قوت وہ بات یاد آتی ہے اس شخص یعنی مکالم کی تصویر اُسکی آنکھوں کے سامنے پہر جاتی ہے +

ڈاکٹر ڈال بروک صاحب اپنی کتاب موسومہ ”تدبیر تقویت حافظہ میں لکھتے ہیں ”انسان کے فہم اور حافظہ میں نہایت بگڑا تعلق معلوم ہوتا ہے۔ فہم کی بدولت حافظہ کو ہر ایک بات پر بسا اوقات ایسا غلبہ ہو جاتا ہے کہ فراموشی نہایت ہی محال معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً شہد کی بکھی کو اپنا چتہ بنانا معلوم ہے۔ کیونکہ زمانہ و داز سے اس کے آبا و اجداد اور نیرنگ چتے بتاتے رہے ہیں اور فہم کی بدولت چتہ بنانے کی ترکیب اسکے حافظہ میں اسقدر بڑھ چکی ہو گئی ہے کہ عادت ہو گئی ہے۔ بچہ کو پہلے الف بے بڑائی جاتی ہے اور بعد ازاں جب یہ بڑا ہوتا ہے۔ الف بے اسکے حافظہ پر گویا نقش پہر جاتی ہے

اور ہر لحاظ اسکی نگاہ کے سامنے برقی ہے۔ اور اس سے یہ صاف ثابت ہے کہ فہم نے الف بے کو حافظ کی سطح پر نقش بر سنگ کر دیا ہے۔

فدا صاحب اپنی شہور آفاق تصنیف میں لکھتے ہیں :-

دو تکرار یعنی جس وقت حافظ کی بدولت ہم کو گزشتہ بات میں جو ہم نے دیکھی ہوں یا سنی ہوں یا پڑھی ہوں ہر موقع حسبِ مرضی یاد ہو جائیں (کی قیمت الفاظ میں بیان ہونا بالکل ناممکن ہے۔ اگر تمام دنیا کی دولت صرف اس واسطے دیدی جاوے کہ جو کچھ سیکھا گیا ہے حسبِ مرضی ہر موقع یاد ہو جائے تو یہی کچھ حقیقت نہیں۔ وکیل سے پوچھو کہ کس قدر اسکو آرزو ہے کہ جو کچھ اُس نے سیکھا ہے فی الفور عدالت کے سامنے سب یاد آجائے مصنف سے پوچھو کہ کس قدر معاذ اللہ نے کو تیار ہے صرف اس واسطے کہ جو کچھ اُس نے پڑھا ہے اور اکثر اسکے خیال میں گزرا ہے ہر موقع اُسکے سامنے آجائے +

انسان کو کس قدر رنج پہنچتا ہے جب وہ کسی چیز کو موقع پر یاد کرتا ہے اور وہ یاد نہیں ہوتی۔ اسکا دل کس قدر گہرا آتا ہے لاکھ کوشش کرتا ہے مگر کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ سوچنا چاہئے کہ کیا دنیا میں کوئی وقت ایسا ہے کہ حافظ کی ضرورت نہ لاتی ہوتی ہو +

ڈاکٹر ڈالبروک صاحب کہتے ہیں :-

قوتِ حافظہ قدرتی طور پر مکمل نہیں ہے۔ علمِ ریاضی کی رو سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انسان کی آنکھ روشنی قبول کرنے کے واسطے مکمل اور بخوبی بے تصور اور پینچ ہے۔ عالمانِ علمِ بعیرت نے کئی ایک باتیں ایسی دریافت کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی انسان کی آنکھ میں ترقی ہو سکتی ہے۔ جو کچھ چیز کو نظر آتی ہے اس چیز کی واقعی اور اصل تصویر اسکے ذریعہ سے جلد سے دماغ نشین نہیں ہو سکتی۔ اور اصل ہے کہ ابھی ہم کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ہمارے تمام حواس کیا واقعی ایسے ہیں کہ ان میں ترقی کی ضرورت نہیں ہے۔

یہی حال انسان کے حافظ کا ہے جس پر تمام انسانی قوی اور خصوصاً بصیرت کا بہت زبردست اثر پڑتا ہے۔ اگر کسی سے کہا جائے کہ تمہارا حافظ خراب ہے تو کچھ شیک نہیں کہ اسکو سخت ناگوار گزریگا۔ لیکن ذرا سوچو کہ وہ وکیل جو عدالت کے سامنے ملزم کی طرف سے پیروی کر رہا ہے اور وہ جج جو فیصلہ کرنے کے واسطے عدالت پر بیٹھا ہے صرف قوت حافظ کے اپنے اختیار میں حسب مرضی ہونے سے کتنی روت اٹھاتا ہے اور اس کے نتائج کیسے خراب ہوتے ہیں۔ بہت سے مجرم صرف جج اور وکیل کی قوت حافظ کی گوری کے باعث صاف بری ہو جاتے ہیں اور بہت سے بے گناہ اس باعث سے وارپا چرہ جاتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب اپنی قوت حافظ کا امتحان کرنا چاہیں تو ہر مانی فرما کر قلم دوڑاتے اور کاغذ لیکر بیٹھیں اور ذرا خود اپنی سوانح عمری لکھنا شروع کریں۔ جب لکھیں چکیں اُس وقت دیکھیں کہ بجز چند موٹی موٹی باتوں کے بہت سی ضروری باتیں اور واقعات درج ہونے سے وہ گئی ہیں۔ غرض قوت حافظ کا یہ حال ہے۔

لیکن اس مذکورہ بالا فقرہ سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ حافظ کا ایسا ہونا ضروری ہے نہیں ہم اس قوت حافظ کو مکمل کر سکتے ہیں اور مناسب اور مفید تدابیر سے اپنے حسب مطلب بنا سکتے ہیں۔ چنانچہ آگے چل کر ہم وہ مختلف طریق بیان کریں گے جنکے ذریعہ سے ہم اپنی قوت حافظ کو زبردست اور مکمل بنا سکتے ہیں اور ترقی دے سکتے ہیں۔ اور خاص کر وہ لوگ ان سے بہت سے استفادہ حاصل کریں گے جنکا حافظ کمزور اور خراب ہے۔ ہم خاص طور پر حافظ کا کوئی مقام مقرر نہیں کر سکتے۔ گو مختلف محققوں نے مختلف رائے دی ہیں مگر سب قابل اعتراض ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا انہوں نے صرف جواب دینا اپنا فرض سمجھ کر جو دل میں آیا مانگ لیا۔ بعض نے کہا ہے کہ جس طرح روح کا کوئی خاص مقام بن میں نہیں مقرر کر سکتے ہیں حال حافظ کا ہے۔ مگر ڈاکٹر یمن صاحب کی رائے ہے کہ حافظ کا مقام خواہ کچھ سو دماغ ہی ہے۔ کیونکہ دماغ

کی ہی صحت پر حافظہ کا بہت کچھ دار و مدار ہے *
 لاک صاحب کہتے ہیں :-

”انسان کا مغز بلا تشبیہ مرق کی طرح ہے۔ اور اس قابل سے کہ محسوسات کی تصانیف
 قبول کر لیتا ہے۔ اب یہ خیال ہے کہ اگر وہ تصویر دہیان وغور کی موٹلم سے اچھی طرح
 کپینچی جائے اور دفع ہو تو قتل اور پیرا ہوگی۔ ورنہ اگر بے خیالی اور عدم توجہی سے کپینچی
 جائیگی تو بہت عرصہ نہ گزرے گا کہ کالعدم ہو جائیگی“ *
 مگر آٹن صاحب اس بارہ میں یہ اسے دیتے ہیں :-

”انسان کا مغز کا ٹیپہ دودھ کی طرح ہے جب انسان جو اس خمسہ میں سے کسی
 ایک کی مدد سے کسی شے کو محسوس کرتا ہے (خواہ ارادہ یا یا غیر ارادہ سے) تو اس میں
 ایک قسم کی حرکت پیدا ہوتی ہے اور شے مذکورہ اس طرح منقش ہو جاتی ہے۔ اور
 جس قدر غور و فوض سے اسے نقش کرنے میں کام لیا جاتا ہے اسی قدر عرصہ تک یہ نقش
 برقرار رہتا ہے“ *

حافظہ کے درست رہنے کا زمانہ ۱۰ سال سے ۵۰ سال تک ہے۔ لیکن یہ خیال
 رہے کہ مختلف اشخاص میں اسکی میعاد کا درجہ بھی مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ حکیم ابو علی سینا
 لکھا کرتے ہیں کہ ابھی سکولیات گویا ہی نہیں حاصل ہوئی تھی کہ ایک چور نے اسکی ٹوپی
 اتار لی۔ کچھ عرصہ بعد جب اسکو بولنے کی توت عطا ہوئی۔ تو اس نے اس چور کو پچھا مگر
 بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اور عرض کی کہ حضور اس نے میری ٹوپی اتار لی تھی بارش
 نے حقیقت دریافت کی چپڑ سے سخت حیرت ہوئی۔ پہلے کچھ چنداں اسکو قابل تعینیب سمجھا
 مگر پھر کچھ سوچو چور سے سوال کیا۔ چور نے فی الفور دست بستہ عرض کی کہ حضور نور جان
 کی امان تو عرض کروں کہ درحقیقت اس کو پچھا کرنے اسکی ٹوپی سلامت اور نون جگہ
 اتاری تھی۔ عرض اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اشخاص میں میعاد مقررہ سے پہلے ہی

یقینت پیدا ہو جاتی ہے *

اسی طرح بکر بادشاہ کا تذکرہ ہے کہ ایام شیر خوارگی میں ایک روز یہ بھنگا پر
 بیٹھا تھا کہ تلی اس کے لحاف میں گھس آئی۔ یہ رویا اس کی نانی اگر تلی کو نکالا۔ بکر کو
 یہ واقع ساری عمر یاد رہا *

یوعلی سینا کا ایک اور تذکرہ بھی کچھ عین ایسا ہے کہ یہ ایام طفولیت میں ایک روز
 مات کی گود میں تھا اور مان ایک کوئین پر پانی بہنے لگی۔ اتفاق سے اس کی مان کا
 بالاکوئین میں گر پڑا۔ جب یوعلی سینا بڑا ہوا تو اپنے سچو لیون کو لاکر دیکھتا تھا کہ
 دیکھو اس کوئین میں میری مان کا بالاکوئین تھا *

یہ بھی یاد رہے کہ بعض اوقات تو یہ توتہ استدر پہلے اور بعض اوقات بہت عرصہ
 بعد پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ اکثر مسلمانوں نے ۱۰ سال کے بعد قرآن
 شریف تمہرہ کمال حفظ کیا ہے *

لیکن اس سے یہ بھی نہ بھینسا چاہئے کہ ۵ یا ۱۰ برس کے بعد توتہ حافظ زائل
 ہو جاتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ سو برس تک یہی بعض اوقات یہ بحال رہتی ہے۔ صرف
 اتنا فرق ہے کہ تحفظ (جس سے انسان مشاہدات اور سموعات کو اپنے حافظہ میں بگھڑے رکھتا ہے)
 زائل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دماغ کے اندر جو حافظہ کا ماوا ہوتا ہے وہ بعض اقباسے کی سلسلے
 میں خشک ہو جاتا ہے۔ البتہ نہ کہ بحال رہتا ہے۔ چنانچہ اکثر بزرگوں کو بڑائی اور عرصہ
 وصال کی باتیں جراثیموں نے اپنے پچھن ماجوانی میں دیکھی تھیں تین لفظ بہ لفظ یاد رہتی ہیں *
 صاحب مصنف رسالہ حافظ احمدی کہتے ہیں کہ میں نے چشم خود وہی میں ایک
 بڑے لیا کو دیکھا تھا۔ جسکو ماورشاہی لوٹ ہوٹ ۱۸۳۹ء کے حالات من وعن یاد تھے۔

البتہ نئی باتیں بالکل ہو نہ جاتی تھیں اور طلق نہ یاد آتی تھیں *

اب رہا یہ امر کہ بعض کا حافظہ بلکہ کمال اور بعض کا دیرینہ کمال ہوتا ہے یا بعض کا

حافظہ تیز اور بعض کا مست ہوتا ہے۔ اسکی وجہ ظاہر ہے جس طرح خدا تعالیٰ نے مختلف انسانوں کو مختلف ساخت و وضع کا بنایا ہے۔ اس طرح اس میں بھی اختلاف ہے جو لوگ قومی الخبثہ ہوتے ہیں اور ابتدا سے عوارض و امراض کے نقصانات سے بچے رہتے ہیں انکا حافظہ حیوانی تربیت کے لحاظ سے بہت جلد تکمیل کو پہنچ جاتا ہے اور زبردست ہوتا ہے۔ اور اسکے برعکس ہوتے ہیں انکا حافظہ دیر میں تکمیل پاتا ہے اور مست ہوتا ہے +

بعض اشخاص ایسے کوڑے مزاج ہوتے ہیں کہ خواہ کتنی دفعہ انکو کوئی چیز یاد کرائی جائے نہیں یاد ہوتی۔ بعض ایسے ہیں کہ ایک دفعہ سرسری طور پر یہی اگر کوئی بات سُن پائیں تو ساری عمر نہیں بھولتے +

ڈاکٹر ابرگر امبی صاحب کا بیان ہے کہ ایک شخص کا حافظہ اسقدر زبردست تھا کہ تمام اخبار صرف ایک مرتبہ دیکھ کر بزبان حفظ کر لیتا تھا۔ اس طرح ایک اور شخص تھا کہ کسی سوال الفاظ جو بالکل نامربوط ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ عبور کرنے سے نوک زبان کر جاتا +

ڈاکٹر ٹیڈن صاحب کا حافظہ اسقدر زبردست تھا کہ پارلیمنٹ انگلستان کا جلسے سے لمبا قانون صرف ایک مرتبہ پڑھنے سے نوک زبان کر لیتے تھے۔ لیکن خود انکا بیان تھا کہ میرے اس حافظہ میں ایک تباحت بھی ہے یعنی اگر تمام عبارت کے درمیان سے کوئی لفظ بھول جائے تو جب تک اسکو شروع سے آخر تک نہ پڑھوں یاد نہیں آسکتا +

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب تک حافظہ ایسا زبردست ہوتا ہے ان میں ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ خود اپنی رائے نہیں ہوتے۔ لیکن اسکی اکثر مشن سے موجود ہیں البتہ یہ بات درست ہے کہ جو لوگ اسقدر زبردست حافظہ رکھتے ہیں انکو دوسروں کے خیالات میں عن یاد آتے ہیں اور خود اس قدر تکلیف نہیں اٹھا سکتے۔ اور انکے خیالات کی مجموعیت سے کنارہ کر سکتے ہیں کہ ذرا اپنے خیالات کا جائزہ کریں اور اس طرح جو لوگ

اہل الرائے ہوتے ہیں انہیں سے اکثر دن کا حافظ ایسا قوی نہیں ہوتا۔ ان لوگوں کو اپنی رائے کو وضع کرنے اُسکے نیشب و نواز سوچنے اور اُسکے ہر پہلو کو جانچنے میں تہی تقویت ہوتی ہے کہ چند سترن کی رائے میں یاد کر سکتے ہیں اور انکو مسلح حافظ پر نقش کا پھر بنا سکتے ہیں ۔

حافظ اور اُسکے اقسام

حافظ صرف ایک ہی قوت نہیں ہے۔ جیسا کہ اکثر اہل فلسفہ نے اُسکو تسلیم کیا ہے۔ اگر یہ قوت صرف نہا ہی ہوتی۔ تو یہ ہمارے بس میں ہوتا کہ جو قوت چاہتے کسی چیز کو یاد کرنے اور ایک دم سے اُسکی رنگت۔ اُسکی جسامت۔ اُسکی حالت وغیرہ غرض ہر ایک چیز جو اُسکے متعلق ہوتی۔ ایک دم سے فی الفور یاد آجاتی۔ مگر چونکہ ایسا نہیں ہوتا ہر ایک دماغی قوت کا حافظ علیہ علیہ ہے ۔

علم دماغ کی رو سے اُسوقت چند دماغی قوی کا حال ذیل میں بیان کیا جاتا ہے ۔
تشخیص۔ ہر ایک چیز کے دیکھنے اور اُسکے ذاتی تحقیق سے ناگاہی حاصل کرینکی خواہش۔
ایک چیز کو دوسری سے علیحدہ کرنے اور ایک دوسرے کو شناخت کرنے کی طاقت۔
یہ قوت چنانچہ وہ ہے جو ایک چیز کو دوسری چیز سے علیحدہ حافظ پر نقش کرتی ہے تاکہ دماغی پریشانی اور گڑبڑی نہ پیدا ہو ۔

تصویر۔ صورت و شکل کو ذہن میں لانے اور علیہ علیہ قائم کرنے کی قوت۔ اس سے کسی چیز کی صورت حالت۔ اور خاکہ ذہن میں کہناتا ہے ۔
تجسس۔ اس طاقت کی بدولت نگاہ کے ذریعہ انسان ہر ایک شے کی جسامت کا اندازہ اور وقت و مکان کا ہے ۔

اُسکے علاوہ چند اور قوتیں بھی ہیں جنکی امداد سے انسان ہر ایک شے کی رنگت۔

اسکی مساوات۔ اسکا درجہ۔ اسکی متعلق ظرف زمان۔ اسکی شباهت۔ اسکی اثر اور دیگر متعلقات کی تیز کرنا ہے اور انکو جانچنا ہے :

مذکورہ بالا باتوں کو خیال کر کے ہم کو حافظ کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اسکو اچھی طرح مدونہ کرنے کے واسطے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں :

فرض کر دو کہ ہم کسی خاص گہر کی تلاش میں ہیں۔ سب سے پہلے ہماری نگاہ اُتر گہروں میں اس خاص گہر کو تیز کرتی ہے۔ اور اسکو مشاہدہ کے واسطے علیحدہ کرتی ہے۔ پھر اسکی وضع و قطع کو دیکھتی ہے۔ اسکی جسامت۔ اسکی بلندی۔ اسکا طول اور اسکا عرض ہمارے خیال میں آتا ہے۔ اسکی بعد اسکی تشبیہ فرما کر اسکی ساخت کی طرف تیز ہوتا ہے۔ اسکی دروازے اور درجہ مشاہدہ میں آتے ہیں۔ اینٹ یا پتھر کا یہ بنا ہوا اسکی رنگت ہم دیکھتے ہیں۔ وقت کا خیال کرتے ہیں۔ سارے علیٰ ہذا القیاس فرما کر اسکی بات ایک آن میں ہمارے دماغ سے گزر جاتی ہے۔ اور پہلے میں سب باتوں کو جمع کر سکتے ہیں۔ کہ وہ مکان بعد سے حافظ کے ذہن نشین ہو گیا ہے :

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ایک معمول سے گہر کو ایک نظر دیکھنے میں ہم کو قریباً اپنے تمام دماغی اور ذہنی قوے سے کام لینا پڑتا۔ نہ صرف ہر ایک قوت نے اپنا اپنا فرض ادا کیا۔ بلکہ جو کچھ کیا تھا۔ باجوازے عمل میں آیا تھا اسکو بھی نقش کا لچر کیا ہے :

ڈاکٹر فارل صاحب جو ایک جدید عالم فلسفہ گزرے ہیں بیان کرتے ہیں :-

”ہر ایک دماغی قوت علیحدہ علیحدہ اپنا کام کرتی ہے۔ اور جو کچھ کرتی ہے اسکی نتائج کو حفظ کرتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اکثر ذہن کے حافظے خراب ہوتے ہیں اکثر ذہن کے

عمدہ ہوتے ہیں۔ یعنی دماغ کے مختلف قوے میں کم بیش طاقت آتی ہے۔ اور اسوجہ سے

ذہنی طور پر حافظے سے تو شباهت نقش ہوتا ہے اور پھر ساری دماغی حافظے کے سر

شبہت کہ صاحب نثار شخص کا حافظہ بااوداشت بالکل خراب۔ طویل کی بلاندر کے سر

ان ماضی قوائے میں سے بہت سی ایسی ہیں جو انسان حیوان میں عام طور پر مشترک ہیں مثلاً گتہ اپنے آقا کی آواز۔ اُسکے پیر کی آہٹ ساور اُسکی شکل پہچانتا ہے۔ نیز یہ اعتقاد اُسکے محل وقوع۔ اسکے اوقات وقوع وغیرہ بھی یاد رکھتا ہے۔ بعض طائر دن میں بھی ایسے ہی صفات پائے جاتے ہیں۔ اور اسمیں تو شک نہیں کہ اکثر طائر دن میں اپنے خیمات پلایم ایک دوسرے کو پہچاننے کے واسطے خاص خاص آوازیں مقرر ہیں گو ہم انکو سمجھ نہ سکیں یہ اور بات ہے۔

ایک پادری صاحب نے کچھ عرصہ ہوا ذیل کی حکایت لندن کے ایک شہور رسالہ میں لکھی اندراج بھیجی تھی جس سے ہمارے دعویٰ کی نہایت فصاحت سے تصدیق ہوتی ہے۔ اور نیز یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حیوانوں کو مختلف تجاویز اور تدابیر موضوع کرنے کا ہی ایک خاص حد تک ملکہ حاصل ہوتا ہے۔

”میرے دیوچہ کے پاس ایک چوٹا سا ننگاف تھا جس میں ابابیلوں کا ایک جوڑا رہتا تھا یہ ننگاف خاصہ عیسق تھا۔ ابابیلوں نے توڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ یہ گونسل تیار کیا تھا مگر قبل اسکے کہ مادہ اُس گونسل میں اندھے دیتی نہ معلوم نزدیک اور دور توڑنے نون کے واسطے کہاں چلے گئے۔ اس انتشار میں چڑیوں کا ایک جوڑہ اُس گونسل پر قابض ہو گیا ابابیل کی مادہ کے اندھے نے کا وقت آیا اور نزدیک اور دور نون اپنے گونسل کی طرف آئے۔ چڑیوں کا جوڑہ آرام سے بیٹھا ہوا تھا کہ گونسل کے حقداروں نے اُسکو نکالنا چاہا۔ مگر جب ابابیل نزدیک آئے۔ چڑیوں اور چڑیا دور نون چونچیں مارتے۔ یہاں تک کہ اسی طرح عرصہ گزر گیا مگر چڑیا اور چڑیوں نے گونسل میں بالکل ابابیل کو گھسنے نہ دیا۔ ابابیل کا جوڑہ لاجاں ہو کر چلا گیا اور لیس معلوم ہوا کہ یہ سمیت ناکر گونسل ہی سے مار بیٹھا ہے۔ مگر وہی توڑی ہی مگر گزری تھی کہ کوئی بیس بیس ابابیلوں نے چونچیں۔ لیکن چونکہ چڑیا کا جوڑہ محفوظ جگہ تھا۔ اور ابابیلوں باہر سے جھکرتی تھیں۔ ابابیلوں کچھ نہ کر سکیں۔ لاجاں ہو کر یہ ابابیلوں ہی چل گئیں۔“

اور اب چند لمحہ میں کوئی سو دو سو ابا بیلین موجود ہوئیں۔ ان ابا بیلوں نے چڑیا کے جوڑہ سے اڑنے کی کوشش نہ کی بلکہ ہر ایک ابا بیل اپنی چوچ میں تھوڑی تھوڑی گیلی ہٹی لانے لگی اور شکاف کے منہ پر لگانے لگی۔ تھوڑی دیر میں تمام شکاف بند ہو گیا اور اسکے ساتھ ہی انہوں نے اس شکاف کے باہر ایک آؤر کھنسا کوئی آؤر گھنٹہ میں تیار کر دیا۔ چڑیا اور چڑیا دونوں اس طرح زندہ رہ گئے۔ اور نئے گھنٹے پر دوسرے دن ایک انڈہ بھی موجود پایا گیا۔

جب نبی نوع انسان دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ بہ نسبت حیوان کے بہت لاپچار ہوتا ہے۔ انسان کے بچہ میں نہ اس قدر فہم فطرت ہوتا ہے اور نہ جسمانی قوت ہوتی ہے کہ وہ فی الفور اپنی خوراک تلاش کرے۔ مختلف میعاد تک اسکے قوائے بالکل قابل عمل نہیں ہوتے۔ انسان کے بچہ کو دنیا میں قدم رکھے ہوئے کئی روز گزر جاتے ہیں مگر اپنے ارد گرد کی چیزوں کی طرف وہ بالکل خیال ہی نہیں کرتا ہے۔ جب اسکی عمر دوہ کی ہوتی ہے اسوقت یہ مشاہدہ کرنا شروع کرتا ہے۔ لیکن اسوقت ہی ایک خاص حد تک یہ اپنی والدہ اور ایک اجنبی شخص میں تمیز نہیں کر سکتا۔ اسکے بعد اس بچہ کے ذہنی ترقی ترقی کرتے ہیں مگر وہ ترقی نہایت مست ہوتی ہے۔ جب اسکی عمر چھ سات ماہ کی ہوتی ہے تو اسکے مشاہدہ کو سیکھتے ترقی ہوتی ہے۔ اور مختلف واقعات کی سرسری یادداشت اسکے ذہن میں جاگزیں ہوتی جاتی ہے۔ مگر اس عمل سے سو اسی چند روز کے زیادہ عمر کے واقعات نہیں یاد رکھ سکتا۔ البتہ کسی شخص کا چہرہ اسکو یاد رکھ سکتا ہے جبکو ابتدا ہی سے یہ دیکھنے کا عادی ہو جاتا ہے +

جب بچہ کی عمر تین سال کی ہوتی ہے اسوقت یہ ایک سال تک کے واقعات یاد رکھ سکتا ہے۔ لیکن اسوقت ہم میں سے چند لوگ ہی ایسے ہونگے جبکو اسوقت کی باتیں یاد ہوں جب انکی عمر تین سال کی تھی۔ بعض واقعات ہم کو نہایت فصاحت سے

یاد رہیں جو اس رخ مانہ میں پیش آئے تھے جب ہماری ۴۴ سال کی تھی۔ لیکن اس سے زیادہ
اور اعلیٰ عمر کا حال ہمارے ذہن میں ذخیرہ نہیں ہے *

حافظ کی قدتی رویدگی اور فراموشی کے اسباب

جو کچھ باب سبستی کے انجام پر بیان ہوا ہے اس سے صاف ثابت ہو گیا ہے کہ
حافظ کی رویدگی نہایت آہستہ اور بتدریج ہوتی ہے اور بعینہ انسان کے بدن
کی طرح جس طرح رفتہ رفتہ بدنی اعضاء و قوایے کوشہ و نما اور تکمیل حاصل ہوتی رہتی
ہے یہی حال اسکا ہے۔ دل کو آسوت لقویت حاصل ہوتی ہے جو قوت بدن کو
تکمیل حاصل ہو جاتی ہے *

(۱) دل کی رویدگی اور تکمیل۔ یعنی استخوان۔ عضلات۔ اعضاء ریشہ اور
دماغ کانشہ و نما *

(۲) انسانی جذبات کی تربیت اور انکا عملدرآمد *

(۳) قوت مدرک۔ اور ایجاد *

جسکے بعد مذہب اور جہالتی جذبات پیدا ہو کر نشہ و نما پاتے ہیں *

نہایت ضروری اور مقدم ہے کہ ہم اپنے آپ میں اور نیز اپنے بچوں میں حافظہ کو
مستحکم اور مضبوط بنانے کے واسطے جسمانی قوت کا سب سے بڑھ کر خیال اور اسکی پرواہ
کریں۔ اور صحت کی طرف سے بہت احتیاط کریں۔ غذا۔ پانی۔ جسمانی ورزش۔ کسی
چخیر کی طرف سے خواہ وہ بادی النظر میں تندرستی کے متعلق کیسی ہی خفیف ہو کہہی

بے شمار مثالیں ہم کو اس بات کی ملتی ہیں کہ کوئی شخص بہت چنگا چنگا جسکا حافظہ نہایت درست تھا مگر تہمتی سے بہت بھرا ہوا اور بیماری کے ساتھ ہی اپنی تمام اگلی پچھلی چیزوں کو فراموش کر گیا۔ اگر ان تمام مثالوں کو جو نہایت معتبر اور مستند مورخوں اور مشہور ڈاکٹروں نے لکھی ہیں یکجا جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔ اور ایسا سطلے ہم طولی مطلب سے احتراز کرنے کے لئے ان سے قطع نظر کرتے ہیں۔ البتہ صرف بطور تیشیل کے چند ایک ایسی مثالیں درج کرتے ہیں:-

ڈاکٹر ابرار کراچی صاحب کہتے ہیں کہ ایک میم کوڑے سے گر پڑی۔ سر کو ٹرا صدہ پہنچا۔ آٹھ روز تک بالکل ہوش و حواس کی خبر نہ تھی۔ آٹھ روز کے بعد اسقدر ہوش آگیا کہ جو لوگ اسکی عیادت کو آتے تھے انکو پہچان لیتی تھی۔ لیکن جب بالکل مندرست ہو گئی۔ تو مطلق یاد نہ رہا کہ کون کون کون اسکی عیادت کو آیا تھا۔

ڈاکٹر ابرار کراچی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نہایت پیارے اور مشکل کل کے مکمل کرنے میں بڑی محنت کر رہے تھے۔ اس محنت سے انکو بخیر چڑھ آیا اور اور چہرہ ہفتہ تک سپہم چڑھا رہا۔ ابتدا میں عن سلامات انتشار خاطر خفیف رہیں۔ پھر سر میں درد شدت سے رہا۔ اس درد سے وہ بستر پر پڑے رہتے اور نہ چاہتے کہ کوئی انہیں چوسے۔ چھپڑے یا پگھارے۔ لیکن ہنوز ہوش و حواس قائم تھے۔ جو ان سے بات کرتا جواب معقول پاتا۔ اسکے بعد حالت بتقراری طاری ہوئی۔ بولنے کو دل چاہنے لگا خیالات درہم برہم ہوئے مگر تاہم گہٹوں تک ایسا فقہ ہی حاصل ہو جاتا جس میں وہ ہوش کی باتیں کرنے لگتے۔ لیکن اگر سلسلہ گفتگو کا دروازہ کیا جاتا تو پھر یہی برہمی خیالات میں پیدا ہوتی۔ دل گہرا جاتا۔ خدا خدا کر کے جب انکو صحت نصیب ہوئی۔ تو انکے معالج ڈاکٹر ابرار کراچی اور ڈاکٹر انڈرو کو صاحب نے انکے مرض

گزشتہ کی حالت پوچھی۔ بیان کیا کہ پہلی حالت حسین مجھے ہوش تھا اچھا ناک
تاریک عیش اور نامحسوس معلوم ہوتی ہے اور اسپر سر نوخیاں کرنے سے خوف آتا
ہے۔ پہر کیا کہ مجھے یاد نہیں کہ میرے جسم میں کہیں درد بھی ہوتا تھا یا نہیں لیکن دل
کو ایسی جاکھندی اور بقیارسی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ اور کسی کا آنا۔ وقت کا گزرنہ۔
رات دن کا ہونا۔ سونا۔ جاگنا۔ سو گھنٹا۔ کچھ یاد نہیں۔ صرف یہ معلوم ہوتا تھا کہ میں
ایک لمبا خواب دیکھ رہا ہوں۔ اور یقین پڑتا ہے کہ اس وقت محسوسات بیرونی
کا نقش میرے دل پر نہ بنتا تھا۔ پہر بیان کیا کہ دل کی کل بڑے زور و شور سے بی
طرح طرح کے خیالات ہمیشہ آنے لگے۔ کہیں ان چیزوں کے خیال آتے تھے جن سے
دل ابستہ تھا۔ کہیں ایسی چیزوں کے جو کہیں خواب میں ہی نہ دیکھی تھیں۔ پر تعجب
یہ ہے کہ جیسی خواب میں جو چیز نظر آتی ہے تا وقتیکہ آدمی جاگ نہ اُٹھے سچی ہی معلوم
ہوتی ہے۔ اسی طرح جو خیال۔ منصوبہ۔ امر نظر آئے۔ دل میں آنا سچا ہی معلوم
دیتا۔ فرضاً اگر میں سوچتا کہ فلانا کام کیا ہے (حالانکہ وہ کام کیا نہ ہو) تو یقین
پڑتا کہ ضرور کیا ہے۔ علاوہ اسکے اشخاص و مقامات جو ایک دوسرے سے
تباہین تمام رکھتے بلا وقت دل پر گزرتے۔ اور کہیں شک نہ آتا کہ ایسی نامر لوچ و مختلف
اشیاء کا باہم آمنا حال ہے۔ پر بعض خیال جو آتے انکا پتہ از روئے تسلسل خیالات
کے لگا سکتا ہوں۔ مگر اکثر ایسے تھے جنکے آنے کا سبب نہیں بتا سکتا۔ لیکن اس
حالت میں جو خیالات آتے وہ ایسے ہوتے جیسے خواب میں آتے ہیں۔ چنانچہ ایک
دن کیا دیکھتا ہوں کہ ڈربئی شائر کے علاقہ کے ایک گاؤں میں (جہاں میں بہر طور
رہا کرتا تھا) ایک میلا لگا ہے۔ ڈرویلک آف لینگٹن دکان موجود ہے۔ اور گر جاگہر
کاپیوٹنگ کہوں گے۔ پہر کیا معلوم ہوتا ہے کہ شکار کو چلے ہیں۔ پہر سپا ہون
کے گروہ کے ساتھ زحکی بیودی کے لئے میں بڑی سچی کیا کرتا تھا۔ بڑے کاروبار

میں مصروف ہوں۔ پہرا ایک گرامی میں شریک ہوں۔ پہرا ایک بڑے شراب خانہ کے بیوپار میں لگا ہوں۔ لیکن حیرت یہ ہے کہ ان سب باتوں کو میں اس علم پیشوی میں سچا اور واقعی جانتا تھا۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مرض میں مبتلا ہو کر انسان موجود باتوں کو جو حال کی ہوتی ہیں بالکل بھول جاتا ہے۔ اور گزشتہ عرصہ دراز کی باتیں لفظ بلفظ اور حرف بحرف اُسکو یاد ہو جاتی ہیں۔ مغربی مصنفوں اور ستند و مقبرہ مورخوں نے اس قسم کی اکثر مثالیں لگی ہیں کہ بہت سے شخص ایسے تھے جب وہ بیمار ہوتے تو چالیس سال پہلے جو زبان وہ بولتے تھے اور اب بھول گئے تھے وہ اُنکو یاد آگئی اور اس میں گفتگو کرنے لگے اور جو زبان مرض سے پہلے بولا کرتے تھے بالکل فراموش کر بیٹھے۔

ایک بہتر طبیب کہتا ہے کہ میں نے اکثر سفر کئے تھے۔ مگر عرصہ نہ ہو گیا تھا سب بھول گئے تھے۔ جب بیمار ہو کر سچا چڑھا تو تمام سفر نامہ پنا جھکوا کر برہو گیا۔
 دس صاحب ایک شخص کا حال بیان کرتے ہیں کہ اُسے بخار چڑھا۔ جبفاقہ ہوا تو اُسکے حافظہ میں اسقدر رفتور آ گیا کہ نہ وہ کسیکو پہچانتا نہ کچھ یاد رہا۔ اور دو ماہ تک اُسکا یہی حال رہا۔ لیکن رفتہ رفتہ اُسے افاقہ ہو گیا۔

ڈاکٹر ایبرگر ابھی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بخار آتا تھا۔ میں اُسکا علاج کرنے گیا۔ جب اُسکو بالکل آرام ہو گیا تو قریباً دیوانہ ہو گیا۔
 ایسی طرح ڈاکٹر ڈے فی صاحب کہتے ہیں کہ ایک شخص کو سکتے کا عارضہ ہوا۔ جب افاقہ ہوا تو اپنے کسی عزیز یا رشتہ دار کو بالکل نہ پہچان سکتا تھا۔ اپنی اصلی زبان جرمنی بھی بھول گیا البتہ لاطینی کی قدر یاد رہی۔

ایک جوان پادری صاحب اپنی شادی کی تیاری میں مصروف تھے کہ سر میں چوٹ لگی۔ عقل میں رفتور آ گیا۔ اسی حالت میں اسی سال تک زندہ رہے مگر ساری عمر شادی کا

ہی شکر کرتے رہے۔ اور خوش ہوتے رہے۔ شادی کے سوکھی خیر کا خیال ہی نہ تھا
 ایک حکیم حافظ ذکر کرتا ہے کہ ایک ڈاکٹر صاحب دیہات میں سوار ہوئے جاتے
 تھے کہ گھوڑے پر سے گر پڑے۔ گرتے ہی بیہوش ہو گئے۔ اس بیہوشی کے عالم میں
 انکو ایک مکان کے صحن میں لیکئے۔ جب اس غشی سے کچھ افادہ ہوا تو انہوں نے تمام حادثہ
 کا حال صاف صاف بیان کیا اور درخواست کی کہ میری فصد فی الفور کہو لو چنانچہ
 ایسا ہی کیا۔ بعد دو گھنٹے کے پھر انکی ہدایت کے بموجب فصد لی۔ تب حکیم اس
 وقت انکا نکار چل تھا اس سے انہوں نے اپنا اور اپنی منبر کا حال بے کم و کاست
 کہا بوقت شام اس صدمہ رسیدہ کو اسقدر فائدہ ہوا کہ معالج نے انکو اٹکے گھر
 پہنچا دینا مناسب جانا۔ چنانچہ گاڑی پر سوار کر کے لیچلا۔ بنہوڑ معالج نے احتیاطاً
 پوری نصیحت نہ کی تھی کہ گھر چل کر تم نے چند ان منسٹرب ہونا تاکہ تمہاری بیوی
 اور بچے نہ گبراوین۔ بیوی و بچوں کا نام سنتے ہی مضروب نے کہا کہ بیوی کیسی
 اور بچے کیسی۔ یہ سنیمان دیکھ طبیب حیران ہو جوں تو انکو گھر لیگیا۔ دوسرے
 دن تک وہی فراموشی رہی۔ پھر جب فصد اذری تو سابق کے حالات آفت میں
 گویا د آئے۔

ایک لڑکا ایک دفعہ دیوانچہ گر پڑا پھر سے ستر کر آیا سخت صدمہ پہنچا۔ بیہوش ہو گیا۔
 ایسی بیہوشی کے عالم میں اسے گھر لیکئے۔ کچھ مدت بعد ہوش آیا۔ مگر اسکو بالکل یاد
 نہ تھا کہ جس حادثہ سے اسکو صدمہ پہنچا تھا اسکی حقیقت کیا تھی۔ اسکو صرف اتنا معلوم
 تھا کہ اسکے سر میں چوٹ لگی ہے۔ مگر یہ اسکو بالکل نہ معلوم تھا کہ کس طرح چوٹ لگی۔ مگر آخر
 کچھ عرصہ بعد اسکو یاد آیا کہ پھر سے لڑکا چوٹ لگی تھی۔ لیکن یہ نہ یاد تھا کہ کس طرح چوٹ
 لگی تھی۔ پھر کچھ زمانہ بعد اسکو یاد آ گیا کہ کس طرح گھوڑے سے گر تھا اور چوٹ لگی تھی +
 ہم کو چاہئے کہ جس وقت کسی خیر کا اپنے دل میں خیال کریں۔ یا اسکو اپنی آنکھ سے

دیکھیں اسکے تمام لوازمات پر ایک سرسری نظر کر جائیں۔ اسکی رنگت، اسکی جہت، تربیت وغیرہ کسی چیز کو منہ خیال پر معمولی طرح نقش ذکرین، اور اسطرح اسپر غور کریں کہ اپنے ذہن میں اسکو نقش برسنگ کریں۔ اور اس قابل بنائیں کہ جب کبھی ضرورت ہو اس سے فی الفور کام لے سکیں۔

مگر کچھ یاد پر بیان ہو اور علم و فن کی رو سے حافظ کی تربیت کا قاعدہ تھا۔ لیکن اب ہم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ آجکل بچکس طرح تعلیم پاتے ہیں۔ اس میں تو کچھ شک نہیں کہ بچے قدرتی طور پر ہرگز تعلیم نہیں پاتے جس کم کیرٹ بالکل توجہ نہیں کی جاتی۔ چنانچہ یہ ہوتا ہے کہ حافظ اگر قدرتی طور پر تیز بھی۔ ہو تو کچھ عرصہ بعد غربالی صحت کی وجہ سے بالکل نکلتا اور خراب ہو جاتا ہے۔

اسکی کیا وجہ ہے کہ چوٹے چوٹے بچوں کا حافظ اکثر تیز ہوتا ہے۔ ابھی وہ درسیہ میں باقاعدہ طور پر داخل نہیں ہوتے کہ انکی یادداشت غضب کی ہوتی ہے۔ اسکی وجہ بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ انکی صحت اچھی ہوتی ہے۔ اور اب تک کسی بیرونی اثر سے صحت کی قدرتی تربیت اور توفیق میں مطلق فرق نہیں لائق ہوتا۔ چنانچہ جب یہ باقاعدہ طور پر درسیہ میں داخل کئے جاتے ہیں انکا حافظ خام ہو جاتا ہے جسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انکی عادات سفر صحت ہو جاتی ہیں۔ اور تفسیح اور غفلت کو صحت میں دخل ملتا ہے۔ علی العموم ذیل کے عوارض و واقعات سے حافظ تیز رہتا ہے۔ اور ان سے حافظ بگڑ جاتا ہے۔

(۱) بچپن چوٹ لگ جانے سے۔

(۲) دماغ میں کوئی مرض لائق ہو جانے سے۔

(۳) بخار اور دیگر سخت صنف اور امراض سے۔

(۴) اکثر شراب کے استعمال سے۔

(۵) اکثر ہمیشہ طرب اور باشی سے۔

(۶) عدم توجہ اور لاپرواہی کی عادت پڑانے سے -

خون کی خرابی - اوجسم کے اندر اور اس قسم کے نقصانات سے تو حافظہ خراب ہوتا ہی ہے۔ مگر بعض عادات بھی ایسی ہیں کہ اگر انکی تعمیل کی جائے تو حافظہ کے واسطے مضر ثابت ہونگی۔ مثلاً بعض لوگ بظور زیادہ اشت کے تقریر کرنے کے واسطے یا کوئی اور امر یاد رکھنے کے واسطے ٹوٹ کر بیا کرتے ہیں اور یہ موقع وقت ضرورت پر ان سے کام لیتے ہیں۔ یہ عادت حافظہ کے واسطے مضر ہے۔ اور آخر کار اسکو سخت نقصان پہنچاتی ہے۔

اسکی مثال بعینہ اسی طرح کہ جیسے کوئی شخص ایک عرصہ تک اپنا ہاتھ آؤ وزن رومال میں رکھے۔ تو کچھ عرصہ بعد اسکے ہاتھ کے عضلات پر اس عمل کا سخت مضر اثر پڑے گا اور قسم قسم کی خرابیاں لاحق ہونگی۔ یہی حال حافظہ کا ہے۔ ٹوٹون اور چھوٹی چھوٹی جھوڑی جھوڑی نشانیوں سے کام لینا اور حافظہ کے عمل کو بڑھانے اور تقویت دینے کی کوشش نہ کرنا۔ حافظہ کی رینج کئی کرنے میں کوئی دقیقہ فرود گزارنا نہ ہین کرنا۔ لہذا جہاں تک ہو سکے اس عمل سے بچنا اور احتراز کرنا چاہئے۔

ہمارے بہت سے نو عمر بچے مگر حضرات ہی عادی ہوتے ہیں کہ ایک ایک ہفتہ میں قصہ کہانیوں۔ ناول وغیرہ کی دو دو چار چار کتابیں پڑھ لیتے ہیں۔ کاش وہ بجائے ساری کتاب کو پڑھنے کے اسکی فہرست مطالب ہی پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ تمام کتاب کو بعد ہی مدہ نہایت تیزی سے پڑھنا اور کہیے قدر غور و تدبیر سے مطالب کی مدد حاصل کر لیا جائے۔ اس میں تو شک نہیں کہ ایک لمحہ کے واسطے انکو بہت زیادہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ کہ یہ اپنے تصور میں ان کے آن میں مختلف مالک بجاو کی سر کر آتے ہیں۔ مختلف تذکرے سنتے ہیں اور مختلف حالات سے واقف ہوتے ہیں۔ لیکن اس قسم کی مسرت صرف بہین لوگوں کا حصہ ہے۔ جھکے دل میں اپنے مطالبہ

سے کوئی اور اعلیٰ درجہ کا فائدہ اٹھانے کا خیال نہیں ہے، بجز اسکے کہ چند لمحوں کے واسطے اپنے جذبات کے جوش و خروش اور انکی سیری و خواہش کا حیا و لطف اٹھائیں۔ اس قسم کے عمل سے حافظہ کو سخت ضرر پہنچتا ہے۔ ایسی حالت میں مطالعہ استقدر جلد کیا جاتا ہے کہ حافظہ پر کوئی بات بخوبی منقوش نہیں ہو سکتی۔ اور ایسا ہونا ممکن بھی نہیں کیونکہ ابھی سطح ذہن پر ایک مضمون بخوبی گرفت حاصل نہیں کرنے پاتا کہ دوسرا سکر نکلا کر اسکی جگہ خود داخل ہوتا ہے۔ مگر یہ دوسرا بھی ایک لحظہ تک یہی قابض و متصرف رہ سکتا ہے لاکھوں ایک تیسرے نوادار و مضمون اپنا بیستر آجاتا ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس اس طرح بتدریج کوئی مضمون نہ بن نہیں ہندیں ہو سکتا۔ اور حافظہ کے قابضین نہیں آسکتا۔

چنانچہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ اور عین ترین مشاہدہ ہی یہی ہے کہ جو لوگ لٹریچر و مطالعہ پر فخر کیا کرتے ہیں وہ حافظہ کے لحاظ سے بالکل نکتے ہی ہوتے ہیں کیونکہ اگر وہ واقعی اس طرح کتابوں کو مطالعہ کرتے جتنی مطالعہ کرنے کا حق ہے تو ہرگز استقدر کتابیں ہتھوڑے عرصہ میں نہ مطالعہ کر سکتے۔ کیا معنی کہ غور و خوض سے مطالعہ کرنا نہایت وقت طلب اور تکان آور ہے۔

جو کچھ انسان لاپرواہی سے سنتا ہے۔ دیکھتا ہے۔ یا پڑھتا ہے۔ ہرگز یاد نہیں رہ سکتا۔ پس جو کچھ یاد کرنا منظور ہو اس پر نہایت غور و خوض کرنا چاہئے۔ اس طرح شدت مذکورہ حافظہ پر گرفت پکڑ لیتی ہے اور اُمید قوی ہوتی ہے کہ عرصہ یاد رہیگی۔

جو لوگ جلدی اور سہری طور پر کتاب پڑھنے کے عادی ہوتے ہیں انکو ایک نہایت زبردست نقصان پہنچتا ہے کہ جب کسی وہ کوئی علمی کتاب اس غرض سے مطالعہ کرتے ہیں کہ اسکو یاد کریں اسوقت انکو نہایت بے بیخ ہوتا ہے اور ان کا

دل جلتا ہے کہ وہ ہرگز اس بارہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اور اگر معلوم ہوتا ہے کہ انکی سابقہ بے اعتدالی سے انکا حافظہ استقامت خراب ہو گیا ہے کہ قریباً یکساں ہے اور یہ اس سے سبب خواہش کام نہیں لے سکتے۔

غرض مذکورہ بالا چند وجوہات وہ ہیں جو فراموشی کا باعث ہوتی ہیں۔ اس سے قبل ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ حافظہ کے واسطے جسمانی تندرستی اور توانائی کا ہونا سب سے بڑا لازم اور ضروری ہے۔ کیونکہ دماغ انسان کے بدن کا حصہ حافظہ کا خاص مقام علی العموم مانا جاتا ہے۔ اسکی تصدیق چند ان ثبوت کی محتاج نہیں۔ کیونکہ ایک حد تک ہر ایک شخص بجائے خود روزمرہ ہی اسکی تصدیق کرتا ہے۔

خیال ہے کہ جو کچھ نیند میں یا نکلان میں یا بقراری اور منظر اب طبع میں ہم دیکھتے ہیں یا سنتے ہیں۔ اور اسکو یاد رکھنا چاہتے ہیں۔ اس میں شاذ و نادر ہی در بہت کم کامیابی ہوتی ہے۔ حالانکہ اسکے برعکس جب ہماری طبیعت تروتازہ ہوتی ہے۔ دل بے غم ہوتا ہے۔ اور اعضاء قوی تندرست اور تازہ دم ہوتے ہیں اسوقت جو کچھ یاد کرتے ہیں وہ مقابلتا ہم کو یاد ہو جاتا ہے اور اسکے نقش سطح حافظہ پر دیر پا ہوتے ہیں۔

حکما کا تجربہ ہے کہ جو لوگ تعلق تناسل کے متعلق مختلف اقسام کی بے اعتدالیوں اور خرابیوں کے مرکب ہوتے ہیں ان کا حافظہ کمزور اور خراب ہو جاتا ہے۔ اور ہمیشہ فراموشی کی شکایت کیا کرتے ہیں۔

اس میں کچھ حکام نہیں کہ بعض ناک کو ٹمک اور دیگر ادویات عارضی طور پر حافظہ پر اثر کرتی ہیں اور انکا سبب تاثیر دماغ پر عمل ہوتا ہے۔ مثلاً اونیون لٹھام عیسی میں حرکت پیدا کر دیتی ہے۔ اور جب تک اسکا اثر قائم رہتا ہے تو حافظہ کو زیادہ کر دیتی ہے اور تندرست بنا دیتی ہے۔ لیکن جو نئی اسکا اثر نائل ہوتا ہے۔ انسان بالکل حافظہ سے ماتھے دھو بیٹھا ہے اور فراموشی کا سکہ بیٹھ جاتا ہے۔

رومانیڈ آف پڑھنا سہمی و حقیقت حرکت خون کو دماغ میں کم کر دیتی ہے اور
اسطرح حافظہ کے واسطے سخت مضر ہے۔ لہذا جو لوگ اسکو خواب آدمی کے واسطے
استعمال کریں انکو ہوشیار رہنا چاہئے کہ اس سے حافظہ کی سرسبزگی بڑھتی
ہے *

سر سبزگی ٹائٹڈ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے امرتھ کو روگا بالاک کی خوب شریج
ہوتی ہے *

”..... اسی روز میں کوہستان ٹر ٹر کی او بڑی
عمیق کانوں کی سیر کو گیا۔ اور کئی گنٹھ تک نیچے کانوں کے اندر رہا۔ پہلے کان کی
سیر کر کے میں جب دوسری کان میں گیا تو تھکان اور دل شکنی کی وجہ سے میں بہت
ماندہ ہو گیا تھا۔ تھکان اسقدر شدید تھا کہ کان کے جرمین اسپکٹرسے جو مجھ کو کان دکھانا
رہتا تھا میں ایک لفظ بھی بول سکتا تھا۔ کیونکہ جسقدر جرمینی لفظ اور فقرے مجھ کو
یاد تھے ایک دم فراموش ہو گئے تھے۔ مگر جب تھوڑی سی آرام لیا اور کچھ پائنتہ کر کے
تازہ دم ہوا تو مجھ کو اپنی جرمین زبان کی لغت تبدیل ہو گئی۔“

ڈاکٹر ہولی بوک صاحب اپنے رسالہ اختر تقریر میں ذکر کرتے ہیں :-

”جس ایام میں میں کبھی تھک گیا تھا۔ اور جو لوگ مجھ کو لکھ دینے کے
واسطے بگاتے تھے وہ صرف مضر فرج مجھ کو دیا کرتے تھے۔ ان ایام میں میں مضر فرج
اپنے پاس لے جاتا اور پیدل سفر کیا کرتا۔ اور دستہ میں اپنی تقریر لے آواز سے بیان
کرتا اور دہراتا ہوا چلا جاتا۔ لیکن میں دیکھتا تھا کہ جون جون میں بگاتا جاتا تھا۔
میرا حافظہ کمزور ہوتا جاتا تھا۔ اکثر ایسا ہی ہوتا تھا کہ جس منشا کو پہنچا اسی وقت تقریر
کرنا پڑتی۔ مگر جسقدر یاد کر کے آتا تھا اسکی ادھی ہی سو وقت یاد رہتی۔ بلکہ اکثر
ایسا ہوا کہ تقریر کرتے کرتے پڑا ہوا ہوتی اور بالکل ناکامی ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ کا

ڈاکر ہے کہ ایک شہر میں پہلے ہی لوگوں نے مجھ کو تقریر کرنے بلایا۔ میں دل سے خوش ہوندا تھا کہ ایسی عمدہ تقریر کروں کہ لوگوں کے دلوں پر میری مقررگی کا سکہ بیٹھ جائے۔ چنانچہ گھر سے خوب تیاری کر کے گیا۔ تیس میل کا سفر تھا۔ شام کو ہتھکانا بندہ پہنچا۔ اور تقریر کرنے کھڑا ہوا۔ تو میں اللہ ہی اللہ تھا۔ نہ معلوم میں نے کیا کہا اور لوگ کیا سمجھے؟

ڈاکٹر اڈورڈ میلنر صاحب بیان کرتے ہیں :-

دعندہ اور کافی مقدار کی غذا کھانے بغیر عمدہ خون کی پیدائش باہل ناممکن ہے۔ اور یہ واسطے دماغ کو جب بخوبی تقویت پہنچے تو حافظہ میں بھی کمزوری لاحق ہو جاتی ہے۔ یہ وہ کام بھی دماغی یا ذہنی کام نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جب خالص خون دماغ کو کافی مقدار میں نہیں پہنچ سکتا تو دماغی قوالے کمزور ہو جاتے ہیں۔ ایک قسم کی غنودگی اور سستی لاحق ہو جاتی ہے جس میں کسی طرح کی کوئی کوشش انسان نہیں کر سکتا۔ اسکے برعکس تمام وہ لوگ جو بڑے بڑے سفر کرتے ہیں اور بڑی بڑی ذمہ داری کے خدمات سر انجام دیتے ہیں۔ وہ خاص خاص اشیاء کے استعمال سے اپنے قوالے کو تھریک دیتے ہیں اور اپنے دماغ کو کلو کلو و بار کے واسطے تیار کرتے ہیں۔ عشر گلدستہ تقریر کرنے سے پہلے انڈے اور پورٹ شراب استعمال کیا کرتے ہیں۔ پھر صاحب تقریر کرنے سے پہلے تیز کافی پیا کرتے تھے۔ اور گف صاحب تیز چاء۔ بعض لوگ ایفون بھی استعمال کرتے ہیں۔ یہ بھی حافظہ کو بڑی مددتی ہے۔ مگر اخیر میں اسکے اثر نہایت خوفناک ہیں آخر کار سخت صدمہ لگا پڑتا ہے۔

حافظہ کا بہت کچھ دار و مدار دماغ میں خون کی چودھی پوری بخوبی گردش پر منحصر ہے۔ کیونکہ خاص قوت حافظہ کو بدن کے ہر ایک حصہ سے کئی فیصدی زیادہ خون کا حصہ ملتا ہے۔ اور کل خون کا ساتواں حصہ دماغ کو ملتا ہے۔ غرض حقیقتاً

مغزی غذا بنتی ہے اسے قدر حافظہ کو ترقی ہوتی ہے *

حافظہ کو ترقی دینے کی ایسی

کائنات پر جب سرسری نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو ایک عالمگیر قانون قدرت معلوم ہوتا ہے یعنی تمام مخلوق کے واسطے پنچر کا حکم ہے کہ وہ دن رات کوئی نہ کوئی عمل کرتی رہے۔ ذرا سی چوٹی سے لیکر ہاتھی اور اگر اُس سے بھی بڑا کوئی حیوان ہو۔ اُسکے اعصاب و قوائے تک کو دیکھو۔ ہر ایک کے واسطے حرکت یا عمل یا دوسرے الفاظ میں مشق لابدی ہے۔ *

پھر جب نیا مین کہہ کہہ لیتا ہے تو ردابے اور چلاتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو اُسکے قوائے گفتار ہرگز مکمل نہ ہونگے۔ اُسکو بولنے کا ہرگز وقوف نہ حاصل ہو۔ اسی طرح اپنے ہاتھ پیر ملاتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو اُسکے عضلات کو ہرگز تکمیل نہ حاصل ہو۔ یہ سانس لیتا ہے اگر سانس نہ لے تو اسکا خون ہرگز صاف نہ ہو۔ اور شش مضبوط نہ ہوں اور نہ تکمیل حاصل نہ کریں۔ یہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور دماغ سے سوچنے لگتا ہے اگر ایسا نہ کرے تو بینائی کو نشوونما ہو اور نہ دماغ مکمل ہو۔ غرض انسان کے ہر ایک عضو اور ہر ایک قوت کا یہی حال ہے اور اسی زمرہ میں حافظہ بھی شامل ہے۔ *

فرض کرو کہ ایک لڑکا جس نے آنکھیں کھولتے ہی مکتب کی چار دیواری کتابوں کے صفحے اور استاد کی خوشاک صورت دیکھی اور جو بیچارہ ۱۵ سال کا لڑکا اسی زندان میں رہا جب تحصیل علم سے فارغ ہو کر نکلا تو اُسکے ہاتھ۔ پیر پٹے پتے اعصابے کمزور اور بدن سوکھا ہو گیا لیکن اب ذرا ایک چار سال کے واسطے اُسکو

کسی لڑکے کے کارخانہ میں شاگرد بٹھلا دو۔ اور پھر چار سال بعد دیکھو اسکے ہاتھ اور پیر
مضبوط ہونگے۔ اُسکا بدن فریاد اور زبردست ہوگا اور مدرسہ سے نکلکر جو اُسکی جسمانی
حالت تھی اُس میں اور اُس وقت کی حالت میں بہت فرق ہوگا۔

لیکن اگر مدرسہ سے نکلنے کے بعد اُس لڑکے کو بجائے لوہار کے کارخانہ میں شاگرد
بٹھلانے کے کسی فزین مینز کرسی کا چارج دیدیا جاتا تو نتیجہ کیا ہوتا؟ اُسکے ہاتھ پیر
ویسے ہی کمزور رہتے جیسے کہ مدرسہ سے نکلنے وقت تھے۔ اب اِسکی وجہ کیا ہے؟
اِسکی وجہ یہ ہے کہ موخر الذکر صورت میں تو ان ہاتھ پیر دن کو صرف ایک
ہی چیز کی تحصیل تھی جس سے انکو فائدہ پہنچتا تھا۔ وہ چیز غذا یا خوراک تھی جو ان کی
صورت میں اِکوی پہنچتی تھی۔ مگر اول الذکر صورت میں انکو دوہرا فائدہ تھا۔ ایک تو
غذا یا خوراک۔ دوسرے مشق۔ پس یہی حال حافظہ کا ہے۔ انسان خواہ کبھی
تندرست ہو۔ اور اُسکے دماغ کو کیسی ہی غذا اور تقویت پہنچتی ہو۔ مگر جبکہ قدرت
کے قوانین دوبارہ مشق اور غذا دونوں کی یکساں اِکوی سے تحصیل نہیں کرتا۔
اِسکا حافظہ ہمیشہ کمزور اور خراب ہوگا۔

حافظہ کی قوت کو بڑھانے کا ہایت آسان اور عام قابل عمل ذریعہ پنا روزنامہ
لکھنا ہے۔ ہر ایک شخص صبح سے شام تک یوں تو ہر ایک شخص روزمرہ واقعات
دیکھتا ہے اور مختلف کوائف سناتا ہے اور بیشمار امور مشاہدہ کرتا ہے مگر جو شخص
روزنامہ چھو بہکتا ہے وہ مجبوراً انکو اپنے حافظہ پر نقش کرتا ہے۔ اور جو مجبور ہو کر
حافظہ کو مجبور کرتا ہے۔ کہ وہ شام تک تمام دن کے واقعات کو ذرہ ذرہ
پاہ رکھے اور بالکل فراموش نہ کرے تاکہ حسب معمول انکو قلم کی مدد سے کاغذ
کے حوالہ کرے۔

اسنوئے قبل انسان اپنا روزنامہ ہاتھ میں لیتا ہے۔۔۔ تمام دن کے واقعات

غور سے دیکھو۔ اور روزنامہ وغیرہ کا خیال بالکل دل سے دور کر کے اسکو ہفت روزہ حکام سے ذہن نشین کرنے کی متقل کوششیں دارادہ کرو کر تاہم زندگی اسکو فراموش کرنا
 علی العموم دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ نوشتہ و خواندہ سے بے بہرہ ہوتے ہیں انکا حافظہ
 خوب زبردست ہوتا ہے۔ کیونکہ انکے پاس بجز اس قوت حافظہ کے اور کوئی ذریعہ
 ایسا نہیں جسکی آس پر انکو خیال ہو کہ کوئی چیز یاد رکھنی ہے۔ لہذا انکو اپنی اس قوت
 پر منحصر رہنا پڑتا ہے۔ اور اس وجہ سے انکا حافظہ تیز اور زبردست ہوتا ہے۔
 یہی حال بچوں اور چوٹے چوٹے لڑکوں کا ہے۔ ان بچاروں کے پاس بھی بجز
 اس قوت حافظہ کے کوئی اور چیز ایسی نہیں ہوتی جسکے امداد سے یہ کچھ یاد کر سکیں
 لہذا اسپر مجبوراً انحصار کرتے ہیں۔ اور انکا حافظہ ترقی کر جاتا ہے۔ لہذا اس طریق
 سے ہر ایک مرد و زن اگر چاہے تو اپنا حافظہ بڑھا سکتا ہے +

جو لوگ اپنے حافظہ کو اس غرض سے بڑھانا چاہتے ہیں کہ جو کچھ کتابوں میں یہ
 پڑھیں اور مطالعہ کریں وہ انکو یاد ہو جائے۔ انکے واسطے سب سے عمدہ طریق یہ ہے
 کہ وہ نظم یاد کرنا شروع کریں۔ نظم سے نہ تو انکا حافظہ تھکے گا۔ نہ اسکو بجا وقت اور
 تکلیف محسوس ہوگی۔ اور دیکھو یہی نظم کے یاد کرنے سے ایک قسم کی فرحت اور
 تروتازگی حاصل ہوگی۔

ہر روز چند ایک شعر جہاں تک غور و خوض سے ممکن ہو یاد کرنے چاہئے۔ اور انکو حافظہ
 پر ایسا نقش کر لینا چاہئے کہ کبھی نہ بھولیں۔ اور ہر روز سپیٹھ مشق کرنی چاہئے۔ اور
 ساتھ ہی اس عمل کو وقتاً فوقتاً اور یوں مایوسا پڑھنا چاہئے۔ مگر یہ خیال ہرگز نہ کرنا چاہئے
 کہ سب سے پہلے ہی ضروریہم کو بہت سے شعر یاد ہو جائیں۔ ہنہن اگر ایک شعر ہی سمجھنی طرح
 یاد ہو جائے۔ اور حافظہ پر اسکے نقش دیر پا ہو جائیں۔ تو وہ بلاشک و شبہ ان شیخین
 سے نہایت ہی عمدہ اور فاضل تر ہے۔ جو معمولی طور پر یاد ہوں۔ اور دو دن سے سوچ

جب شعرون کے یاد کرنے کی مشق ہو جائے تو تشریاد کرنے کی کوشش کرو۔ اس عمل کو یہی روزمرہ ترقی دہ۔ علمی اور تاریخی کتب سے علیحدہ مطالب یاد کرو۔ اور اس طرح حافظہ کو بڑھاؤ جبکہ نتیجہ یہ ہوگا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں تم کو معلوم ہو جائیگا کہ تمہاری حافظہ نے تعجب خیز ترقی کر لی ہے اور جو کچھ تمہاری دلی تمنا تھی وہ پوری ہو گئی ہے۔

ابتدائیں اگر دو سطریں ہی یاد کر لو تو مطمئن رہو۔ اور زیادہ کی حرص نہ کرو۔ اور نہ اس تھوڑی سی تحصیل سے ہمت نہ رو۔ ہاں یہ خیال اور سرگرمی سے آرزو ہے کہ جب رات کو بستر پر سونے کے واسطے پیر پہلایاؤ اسوقت ایک دو شعر کم از کم تم کو یاد ہوں جبکہ وہاں کہ تم مطمئن ہو جاؤ کہ اسوقت میں بہ نسبت صبح کے کچھ زیادہ صبحی حالت ہوں اور میرے حافظہ کے پاس آج اس قدر زیادہ رقم جمع ہوئی ہے۔

تہنہ اور خاموش جگہ بیٹھ کر مطالعہ کرنا اچھا ہے۔ کیونکہ ایسے مقام پر دل اور خیالات کو یکجا کرنے میں وقت اور مشکل نہیں لاحق ہوتی۔ لیکن اگر کبھی ایسا ہو کہ دل اور خیالات یکجا نہ ہو سکیں جب مطالعہ کرنے بیٹھو۔ فی الفور غفلان کتاب کے صفحہ سے ہٹ کر کہیں اور چلے جائیں اسوقت تم کو چاہئے کہ اس قدر آواز سے آہستہ آہستہ کتب بینی کرو۔ اور اس طرح خیالات نما و بچو یکجا ہو جائیں گے۔

ساتھ ہی اسکے جو چیز یاد کرو۔ اسکو خوب غور سے ذہن نشین کر لو۔ یہاں تک کہ اسکو اپنے دل پر اس قدر استقامت سے نقش کرو کہ وہ دیر پا ہو جائے۔ مگر اس امر کے یقین کرنے کے واسطے کہ اتنی ایسا ہو گیا ہے خود امتحان ہی کرنا چاہئے۔ مثلاً کسی نظم کو شروع سے آخر تک خوب غور سے ذہن نشین کر لو۔ کتاب بند کرو۔ اور زبانی دہرائنے کی کوشش کرو۔ خواہ نظم کی جگہ کوئی منوعہ کسی علمی کتاب کا ہو خواہ تواریخ کا ہو۔ اور اس طرح اپنا امتحان کرو کہ آیا تم ان سب باتوں کو حوالہ دے سکتے ہو

یا نہیں +

جب اس طرح حافظ خوب مضبوط ہو جائے تو ضروری نہیں ہے کہ تم پر ہی ذرا ذرا اسی باتوں کو یاد کیا کرو۔ پھر چاہئے کہ کوئی موٹی باتیں ذہن نشین کرو۔ اور چھوٹی چھوٹی باتیں خود ہی تم کو یاد ہو جائیں گی +

جو بات تمہاری لیاقت سے باہر ہو اسکو قبل از یقین یاد کرنے کی کوشش میں اپنے حافظ کو خراب مت کرو۔ سادے اور دلچسپ مضامین ہمیشہ یاد رکھنے کے واسطے منتخب کرنے چاہئے۔ کیونکہ جتنے دلچسپ اور دلچسپ کوئی مضمون ہوگا اُس قدر دل و دماغ فرحت اور خوشنودی سے اُسکی طرف مائل ہونگے۔ اور اسکو قبول کرینگے۔ ورنہ اسکا حال بیکار ہی کی طرح ہوگا۔ اور اگر اسکی برعکس کوئی مضمون تمہاری وقت سے باہر ہوگا تو اسکو یاد کرنے کی تم کوشش کرتے ہو تو اسکا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ تم کو وہ مضمون ہی یاد رہے اور نہ تمہارا حافظہ بھی صحیح و سالم رہے۔ اسکی مکر ٹوٹ جائے اور پھر سخت علاج کرنا پڑے +

مطالو کے واسطے وقت کا لحاظ کرنا اشد ضروری اور لازم ہے۔ اکثر جو لوگ وقت کا خیال نہیں کرتے اور کتاب کو لکر مطالعہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں بجائے نفع کے نقصان پہنچاتے ہیں۔ اگر وقت مناسب پر تم مطالعہ کرو گے تو بہت بے وقت مطالعہ کرنے کے بہت مستفید ہو گے۔ ورنہ بے وقت مطالعہ سے نہ صرف فائدہ کو ہی ہاتھ سے کھو بیٹھو گے بلکہ اپنے قوائے ہی خراب کر لو گے +

لہذا مطالعہ کے واسطے سب عمدہ وقت وہ ہے جب معدہ خالی ہو یا عین صبح کے اختتام کے بعد۔ یعنی جب کہانا ہضم ہو جائے۔ مٹا کہانا کھانے کے بعد مطالعہ کرنا سخت منہر صحت اور بالکل غیر مفید ہے۔ صلی الصبح اور عصر شام مطالعہ کرنا بہت ہی مفید اور عین مصلحت پر مبنی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں وقت ایسے ہیں کہ قدرتی طور پر

خاموشی اور جمعیت میں برقراری ہوتی ہے ہمیشہ رات کو عرصہ تک مطالعہ کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس وقت دماغ دراصل مطالعہ کے واسطے تیار نہیں ہوتا۔ اسپر زبردستی کر کے اور اسے مجبور کر کے خواہ تم اس سے مطالعہ کا کام لو وہ علیحدہ بات ہے۔ مگر دراصل دماغ اس وقت مطالعہ کا کام کرنے کے واسطے مضامند نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ دماغ سارے دن کے کام سے خستہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی اسکے بدن بھی انسان کا تہکا ہوا ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ نہایت ہی عمدہ مفید اور عین دانشمندانہ وقت مطالعہ کا علی الصبح ہے +

مگر اس میں باقاعدگی بھی پر لے درجہ کی ضروری ہے۔ ہر ایک چیز کی طرح دل بھی پسند کرتا ہے۔ کہ جو کام اس سے لیا جائے یا جس محنت مشقت پر لہو لگا یا جائے وہ باقاعدہ ہو۔ بے قاعدگی جب عام طور پر دوسری شیاؤں کو پسند کرتی ہے تو دل دماغ اسکو کیسے گوارا کر سکتے تھے۔ ہمیشہ یہ خیال ہے کہ مطالعہ کے بعد دل دماغ کو استقدر وقفہ حاصل ہے کہ جو کچھ پڑھنا ہے۔ وہ چھی طرح صفحہ خیال پر جمع جائے۔ اور حافظہ پر نقش ہو سکے + جب کوئی کتاب پڑھنا شروع کرے تو یہ خیال رکھو کہ استقدر حرف پڑھو جس قدر خیال اور حافظہ میں گنجائش ہو۔ البتہ تم بتدریج ترقی کر سکتے ہو مگر اپنی گنجائش دیکھو کہ چلو اور اسکے لحاظ سے جس قدر حافظہ اور خیالات میں دست ہوتی ہے اس قدر تم ترقی کرتے جاؤ۔ یہ بھی مشیہ مناسب اور اندیشی ہے کہ کاغذ لیکر جو کچھ مطالعہ کر دے اسکے نوٹ علمی علیحدہ کرتے جاؤ۔ جو وقت دیا چار صفحے مطالعہ کر چکو ان نوٹوں کی مدد سے جو کچھ پڑھا ہے کتاب بند کر کے اسکو دہرانے کی کوشش کرو اور شروع سے آخر تک صرف اپنے حافظہ کی مدد سے اسے دہراتے جاؤ +

بعض اوقات اس قسم کے نوٹ رکھنا لوگ ناپسند بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس حالت میں بھی کسی طرح نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اس حالت میں یہ فائدہ پہنچتا

کہ انکا حافظہ ابتدا ہی سے ہر ایک چیز بلا امداد یا دکر نے کی مشق کرنے لگتا ہے۔ ورنہ جو لوگ ابتدا میں نوٹوں کی امداد سے کام لیتے ہیں انکو بھی آہستہ آہستہ یہ عادت ترک کرنی پڑتی ہے اور بلا امداد یا دداشت (نوٹ) کے حافظہ کو جو کچھ یہ پڑھیں یاد کرنے کا عادی بنا پڑتا ہے ۞

پڑھ کر یاد رکھنے کا ایک نہایت عمدہ طریق یہ بھی ہے کہ جو کچھ پڑھو اسکو دو مرتبہ صغیر پر لکھ دو۔ یعنی کتاب سے نقل کر دو۔ اسطرح دو ایک مرتبہ نقل کرنے سے جو کچھ یاد کرنا چاہو گے یاد ہو جائیگا۔ لیکن اس میں ایک بات کا خیال ہے کہ جو کچھ کہو وہ استعد ہو کہ تم میں اتنا یاد رکھنے کی طاقت ہی ہو ۞

جو لوگ عام حلیوں میں پچھو دنیا یا تقریر کرنا چاہتے ہوں انکے واسطے نہایت عمدہ مدیر یہ ہے کہ وہ جو کچھ بیان کرنا چاہیں لکھ کر اپنے طور پر علیحدہ جگہ فرضی سامعین کے سامنے اور ایک مرتبہ بیان کر دیں۔ اس سے علاوہ اسکے کہ انکی زبان پر روانی آجائیگی۔ جو کچھ وہ بیان کرنا چاہتے ہیں وہ انکے ذہن نشین ہو جائیگا۔ اور وقت پر بار بار تحریر دیکھنے اور تقریر یا لکچر کے اثنار میں جا بجا رکھنے کی دقت نہ پیش آئیگی ۞

بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جو کچھ آج کرنا ہو وہ کاغذ پر خوب غور و خوض سے مطالعہ کرتے ہیں اسکو مکرر کرنا بار بار بلند پڑھتے ہیں۔ اور پھر اسکے ضروری امور بطور یادداشت کے نوٹ کر لیتے ہیں۔ تقریر کرتے وقت ان نوٹوں یعنی یادداشت سے جو کچھ وہ بیان کرنا چاہتے ہیں اسکے نفس مطلب کا حال انکو معلوم ہو جاتا ہے اور پھر آسانی سے بلا دقت بیان کرتے جاتے ہیں ۞

لیکن بعض حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو کچھ بیان کرنا ہو اسکو لکھ کر زبانی یاد کر لیتے ہیں۔ یہ سخت مضر ہے۔ اور نہایت ننگان آور ہے۔ اس سے دماغ کمزور۔ دل ماندہ اور حافظہ بالکل خراب ہو جاتا ہے۔ اور بجائے کسی قسم کے نفع کے انجام کلام

نہایت لاعلاج نقصان ہوتا ہے ۔

اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ انسان کی ہر ایک قوت کا دار و مدار شق پر منحصر ہے۔ اسکے متعلق یہاں اس وقت ایک حکایت یاد آئی جسکو نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ذکر ہے کہ بہرام گور۔ ایسا تیر مارا کرتا کہ گور خزر کا منہ سل جاتا۔ اور اسپر بڑا فخر کیا کرتا۔ ایک دن ایک کینز بول اٹھی کہ یہ شق سے متعلق ہے۔ یہ نیکو بادشاہ کو طیش آیا۔ اور کینز کو محل سے نکال باہر کیا۔ کینز نے شاہی محل سے نکل کر ایک بچہ پر امول لیا اور ہر روز اسکو گود میں اٹھا کر بالانا پریجانے لگی۔ جون جون بڑا ہوتا گیا کینز کی شق ہی بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ پورا ذیل ہو گیا۔ کینز اب بھی مل کو با تکلف گود میں اٹھا کر بالانا پریجاتی۔ بہرام گور نے ایک روز یہ معاملہ دیکھا اور کہنے لگا کہ شق سے متعلق ہے۔ اس وقت کینز

گفت شہ راندتے ست عظیم گاد تقسیم و گور بے تعلیم
جب حافظ کو شق سے بڑا نہ ہو سکے۔ ما تہی ہی اسکا خیال ہی ہے کہ اسکو آرام دو۔
اگر آرام نہ دو گے اور اسطرح تازہ دم نہ کر دے تو انجام کار اسکو سخت نقصان پہنچے گا۔

طالب علموں کے واسطے مفید قواعد

اصل یہ ہے کہ اگر ہم غور سے دیکھیں تو ہم کو معلوم ہوگا کہ جب ہم کسی نئے علم کو شروع کرتے ہیں تو پہلے اسکے اصول مشکل سے یاد کرتے ہیں۔ مگر جون جون مہارت ہوتی جاتی ہے۔ آسانی سے وہ سمجھ میں آتے جاتے ہیں ۔
اسکے وجوہات جو تحقیق ہوتے ہیں چار ہیں جو حسب ذیل ہیں :-

اسکی وجوہات جو تحقیق ہوئی ہیں چار ہیں :-

۱۔ جن خیالات و مطالب سے کسی علم میں بحث ہوتی ہے وہ پانچ قواعد
تسلل خیالات میں سے ایک نہ ایک کے ساتھ ضرور مشتمل ہوتے ہیں جس سے
یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حافظہ کو علم جدیدہ کی باتیں یاد کرنے میں بتدریج ترقی ہوتی ہے
کیونکہ حسب عادت جن خیالات میں ہم اول سے مشغول ہیں خواہ انکا تسلسل
کسی وجہ کا ہوتا ہم وہ ہمارے جدیدہ اہم وغیرہ علم سے ایک طرح کی تقویت
حاصل کرتا ہے +

۲۔ جس قدر کسی علم میں زیادہ جہارت ہوتی جاتی ہے اُس قدر اسکے
مطالب پر ہم زیادہ توجہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا پہلا علم نئے حقائق اور
واقعات کو زیادہ دلچسپ اور خوش آئند بنا دیتا ہے اور جب
کوئی شے زیادہ تر دلچسپ اور خوش آئند بن جاوے تو توجہ اس پر خواہ مخواہ
لازم آئیگی +

۳۔ سوم جب ہم کسی نئے علم کو پڑھتے ہیں تو اُس وقت ہم کو اتنا سمجھنے کی قیامت
ہنہین ہوتی کہ فلان مطلب اس میں مفید و پر ضرور راہ مسلمان غیر مفید اور بے
ضرور ہے اور اس نا فہمی سے سلسلہ نئی باتیں یاد کرنا چاہتے ہیں مگر نتیجہ
یہ ہوتا ہے کہ کچھ یاد نہیں رہتا۔ کیونکہ قلوبہ ہے کہ جن باتوں کو تیز کر کے
خوب اچھی طرح چھانٹ نہ لیا ہو وہ حافظہ میں ہنہین جہتیں لیکن حسب قدر
علم بڑھتا جاتا ہے اُس قدر معلوم ہوتا جاتا ہے کہ یہ مطالب مفید اور
بحقائق مسلسل ہیں۔ اس سے یادداشت کے واسطے محدود اور معقول انتخاب
کرنا بھی آجاتا ہے اور ناجیز و غیر متعلق چیزوں کی گرفت کرنے کی توجہ عباتی
رہتی ہے جس سے زیادہ ہوتا ہے کہ یاد کرنا ہے اور اس کا ہونا چاہیے

اور جب یاد ہو تو ترقی حافظ خواہ مخواہ لایڈ آئی ۔
 چہارم - ہمارے علم کی ہر ایک بات اور کتنی ہی گونا گوں باتوں سے
 منسوب اور مربوط ہوتی ہے اور کبھی ایک تسلسل خیالات کے قاعدہ سے
 اور کبھی دوسرے سے حاضر آتی ہے پس جب قدر ہمارے خیالات میں رہتے
 بد بوجہ مساوات پڑتے جاوےں اسقدر اُنکے یاد کرنے کے موقع زیادہ
 ہوتے جاتے ہیں مگر یہ بات حکیمانہ مطالعہ کی عادت سے پیدا ہوتی ہے اور
 ایسیکا نام ترقی علم ہے اور نتیجہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ واقعات جدیدہ ہتھیار
 سہولت سے یاد ہوتے ہیں جب قدر کہ وہ ہماری معلومات سابقہ کے ساتھ
 نئے رشتے بڑھا دیتے ہیں - اس سے بعض گمان کرتے ہونگے کہ نئے رشتے
 پڑھ جانے سے معلومات سابقہ کی یاد گران ہو جاتی ہوگی مگر جہاں
 اسکے وقوع میں آتا ہے یعنی تحصیل جدیدہ سے جب قدر نئے رشتے معلومات
 سابقہ کے ساتھ چسپان و مربوط ہوتے ہیں اسقدر معلومات سابقہ کی
 جڑ حافظہ میں پختگی سے جمتی ہے مثلاً فرض کرو کہ پہلے ہم کو حرف استعد
 معلوم ہے کہ آنتاب کی تابش سے حرارت پیدا ہوتی ہے اور حرارت
 پانی کو بخار کنی شکل میں اوپر اٹا لیتی ہے - ازان بعد یہ کہ یہی بخار
 پتھر، شالہ و برف بنکر زمین پر گرتا ہے تو اس وسعت واقعات جدیدہ سے
 معلومات سابقہ بجائے گران ہونے کے ٹیک ہو جاتے ہیں یعنی سہولت
 سے یاد آتے ہیں پس اس بات کا یہاں بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے
 گو اصل مطلب اسکو چندان شوق نہ ہو - کہ ہمیں اپنے علم کے ذخیرہ کی ترقی اور
 واقعات کے از یاد سے شمار کرنی نہ چاہئے بلکہ ان رشتوں کے از یاد
 سے جو واقعات اپنی ذات میں ایک دوسرے سے مربوط رکھتے ہوں ان میں

سمجھو کہ ان رشتوں کی تعداد سے جو نئے واقعات پُرانوں کے ساتھ
ملکر بڑھادین +

خیال ہے کہ تکرار کرنے اور بار بار پڑھانے سے یہی سبق یا جو چیز یاد
کرنی ہو نہایت آسانی سے یاد ہو جاتی ہے۔ اسی بنیاد پر استاد صرف نوحہ
کئے ہوئے اور الفاظ کی تفسیل شاگردوں کو یاد کرتے ہیں مشہور ہے ع
صرفین رانغر یا بد چون سگان نجویان لمنغز یا بد چون شہمان
عربی گرامر جقدر تکرار سے طالب علم یاد کرتے ہیں اسی قدر وہ انکو اچھی طرح
یاد رہتی ہے۔ اور انکے حافظہ پر دیر پا بن جاتی ہے۔ منطبق کا دار و مدار یہی
تکرار پر ہے +

اقیدہس ہمیشہ تکرار سے ہی سمجھ میں آتی ہے۔ چنانچہ اسکے متعلق ہم کو
تھیک ذکر بھی یاد آیا ہے جو ہم بیان کرتے ہیں :-

اقیدہس کے پہلے مقالہ کی پانچویں شکل بہت ہی مشکل اور پیچیدہ ہے۔
طلبا اس سے بہت گہمرا تے ہیں اسکے شکل ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ عربی
میں اسکو شکل حماری کہتے ہیں اور انگریزی میں ”گد ہے کا پل“ کہتے ہیں
عربی اصطلاح میں حماری شکل کی حقیقت اسطرح ہے کہ ایک شخص اسی شکل کو
یاد کرنے بیٹھے مگر دیکھا کہ باوجود سخت محنت کے بالکل یاد نہیں ہوتی۔ اوہر
اوپر نگاہ کی۔ ایک گد یا پکڑ لائے۔ اور اسکا کان پکڑ کر اسکے سامنے
ہو بیٹھے۔ اور لگے اسکو پانچویں شکل کتاب سے سنانے۔ جب ایک دفعہ اسکو
سمجھا چکے تو کان چوڑ کر چہنٹے گے ”انت فہمت“ (تو سمجھا)۔ گد ہے
کا قاعدہ ہے کہ جب تھوڑی دیر تک اسکا کان پکڑو اور پھر چوڑ دو تو سر ہلاتا ہی
چنانچہ گد ہے نے حسب معمول سر ہلایا۔ اقلیدہس خوان نوجوان اسکو علامت

انگٹا بھجور پر اسکا کان پکڑ بیٹھے اور گئے شکل کو اٹھکے سامنے ڈوہرائے۔ مگر جب پھر کان چوڑا تو پھر اس نے حسب عادت سر ملا دیا۔ مگر طالب علم بھی بلا کا مستقل اور ثابت قدم تھا۔ برابر مکرر اور سہ کر دوہرائے گیا یہاں تک کہ عرصہ تک اس طرح مکرر کر نیسے وہی پانچویں شکل پانچویں طرح ہو گئی۔ مکرر کی یہ برکت ہے۔ حافظہ کو ذہیان سے بہت ہی گہرا تعلق ہے۔ گو بسا اوقات بلا کسی قسم کے ذہیان وغور کے زمانہ گزشتہ کے واقعات خود بخود یاد آجاتے ہیں لیکن اسکی وجہ قوت شہادت کی برائیگی جتنی ہوتی ہے۔ انسان کو نئی چیز ایسی دیکھتا ہے کہ اسکی شہادت سے فی الفور کوئی واقعہ گزشتہ اسے یاد آجاتا ہے۔ اکثر کسی بات کو سوچنے سے کوئی اور بات اسکی مثل یاد ہو جاتی ہے۔

از نقش نگار درود و اولیٰ تک
 اٹھ پدیدست صنایع عجم را
 چنانچہ ڈاکٹر ٹانس صاحب لکھتے ہیں :-

ولایت کی ایک مجلس میں شہنشاہ چارلس وائی انگلستان کے زمانہ کے جنگے جدل کا ذکر ہوا تھا کہ یکا یک حاضرین مجلس میں سے ایک صاحب بوجہ بیٹھے کہ رومی دینار کی کیا قیمت ہوتی ہے۔ اس سوال کو سنکر بعض لوگوں نے تفسیر کیا۔ بعض کچھ ناراض ہوئے۔ اور سمجھے کہ متفسر ہو توف ہے۔ اور اسکو ڈوا مجاہد یا نکل ہنڈین سے کہو کہ گجاشہنشاہ چارلس وائی انگلستان کا تذکرہ اور کچھ دینار

مگر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے جو نام لکھا تو معلوم ہوا کہ رومی دینار کا سوال اس تذکرہ میں کوئی تھا اور بعض لوگوں نے کہا کہ جب تک کہ شہنشاہ چارلس کا ذکر نہ ہو گا تو اس شخص کے ذہن میں شہنشاہ چارلس کا ذکر نہ ہو گا اور اسکو دینار کا تذکرہ نہ ہو گا۔

نے حضرت مسیح کو پکڑا دیا تھا۔ اسکے ساتھ ہی ان تیس دیناروں کا بھی خیال آیا جو یہود کو حضرت مسیح کے پکڑوانے کے عوض ملی تھی +
اب اگر کوئی مستفسر سے فی الفور اس سوال کے پوچھنے کی وجہ دریافت کرتا تو یقین ہے کہ پہلے وہ خود ہی حیران رہ جاتا مگر کچھ غور کرنے سے اسکو تسلسل خیالات اپنی طرح واضح ہو جاتا +

حافظ کے اسی کرشمہ کی بدولت مشہور عالم سائنس نیوٹن صاحب کو سیب درخت سے گرتے دیکھ کر کشش ثقل کا مسئلہ زمین میں پیدا ہوا تھا +
ڈاکٹر ریشی صاحب بیان کرتے ہیں کہ مین فلک میری لٹ کے ایک رہائی پر مین پڑا کرتا تھا۔ ہر روز کے قرب مین ایک کاشتکار کا کہیت تھا۔ اور اس کہیت مین ایک بڑا سا سوکھا ہوا درخت کھڑا تھا۔ اس درخت پر ایک عقاب کا گونسلہ تھا جس میں عقاب کا جوڑا انڈے سیٹا تھا۔ مین تحقیق کے ایام مین اکثر اس گونسلہ کو دیکھنے جایا کرتا +

اسی طرح آدروفت مین رفتہ رفتہ کاشتکار مذکور کی لڑکی سے میری آغوش ہو گئی۔ جب کہی مین جانا تو نہایت شوق اور سرگرمی سے اس لڑکی کے ساتھ عقاب کے گونسلہ کی نسبت باتیں کیا کرتا۔ اس شمار میں وہ لڑکی شادی کر کے شہر ملاؤنیہ میں جا بسی۔ ملاؤنیہ میں آباد ہونے چالیس سال گزرے ہوئے کہ اسکو سچا رآیا۔ اور نہایت ہی ناقوان ہو گئی۔ جبکہ اس نے بٹا بھیجا جب مین اسکے پاس گیا تو بجائے سلام کی۔ مین نے سب سے پہلے اس سے کہا "آنیانہ عقاب" +

عقاب کے گونسلے کا نام سنتے ہی لڑکیوں کی باتوں نے اسکے دل میں شہر ملاؤنیہ کی یاد دہانی کی۔ چہرہ سے ہنستا اور خوشنودی کے آثار

نہیں لے۔ اور چند روز میں مرض سے بالکل آفاقہ ہو گیا +

اس قسم کی مثال سے انسان کو اپنے حافضہ میں بہت مدد ملتی ہے۔ چنانچہ ایک ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے لنڈن کے بازار میں ایک میم کو ایک دفعہ جاتے دیکھا۔ مجھ کو خیال آیا کہ میں نے اسکو آگے ہی کئی جگہ دیکھا ہے۔ مگر غور کرنے کے بعد یہی نہ یاد ہو سکا۔ کہاں دیکھا ہے۔ چنانچہ اسی خیال میں میں اسکے پیچھے پیچھے چلا گیا۔ یہاں تک کہ اپنے مکان میں چلی گئی جس وقت ایک مکان میں نے دیکھا مجھ کو فوراً یاد آ گیا کہ یہ وہی مکان ہے جہاں ایک مرتبہ میں ایک مریض کو دیکھنے گیا تھا اور یہ اسکی بیوی ہے +

اس واسطے ایک عام قاعدہ ہے کہ جب کبھی ہم بازار میں کسی شخص سے ملے ہیں اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ اور اتفاق سے ہم اسکو اچھی طرح یاد نہیں کر سکتے کہ وہ کون شخص ہے تو پھر وہ ہم کو ادھر ادھر کی باتیں یاد دلاتا ہے جن کا تعلق ہماری اور اسکی ملاقات سے ہے۔ اور پھر کیا یک ہم اسکو بیان لیتے ہیں +

جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے وہ بالکل قانون قدرت کے مطابق ہے جو قدرت ہم کسی شخص کا کسی چیز کا اپنے دل میں خیال کرتے ہیں۔ معاً خیال کرتے ہی اس شخص یا اس چیز کے تمام تعلقات اور لوازمات ہمارے دل میں گزر جاتے ہیں۔ مثلاً اگر دریا سے نیل کا خیال آتا ہے تو مصر اسکے ساتھ ہی ملی الغور یاد آجاتا ہے۔ دریا کے گنگا کے نام کے ساتھ ہی ہندوستان کا خیال دل میں آتا ہے۔ غرض اسے طرح تشبیہ کے ساتھ حافضہ کو بہت مدد ملتی ہے +

ایک مشہور فرد نے اسی بنا پر کہتے ہیں کہ اپنے حافضہ کو ترقی دینے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ تم جب کسی چیز کا خیال کرو اس کے لوازمات اور تعلقات کو بھی

سوچ لو۔ اور اسکی عادت استعدردالو کہ جب کسی چیز کا نام تمہارے کان میں آئے فی الفور اسکے متعلقات کا درمیان گزر جائے +

یسی قوت کی بنیاد پر طالب علموں کو جزائیہ یاد ہوتا ہے۔ اور اقلیدس وغیرہ کی مشق حاصل ہوتی ہے۔ اگر طالب علم کو نقشہ دکھلا کر جزائیہ نہ سکھلایا جائے تو جزائیہ اول تو نیچو بی سمجھ میں نہ آئے دوسرے اچھی طرح یاد نہ ہوسکے +
یہی حال علم ڈاکٹری کا ہے اگر طلبا ڈیون اور لاشون کی مدد سے اسے نہ یاد کریں تو تمام علم کا یاد ہونا قریباً ناممکن ہو جائے۔ جو وقت وہ کسی پڑھی کا دل میں خیال کرتے ہیں انکو فی الفور اسکے متعلق تمام باتیں یاد آجاتی ہیں +

طالب علموں کے لئے تاریخ اور

دیگر مضامین کے یاد کرنا ضروری

گو عام طور پر اکثر دن کا حافظ خراب اور اکثر دن کا عمدہ ہوتا ہے مگر اعلیٰ الموم طالب علموں کو تاریخ وغیرہ مضامین یاد کرنے میں بہت دقت اور مشکل لاحق ہوتی ہے +

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ طالب علم تاریخ لیکر پھپھتا ہے اور چپ چاپ پڑھ کر یاد کرتا ہے۔ تاریخ کو نہایت زور دیتا ہے۔ مگر عرصہ بعد جب سوچتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت تھوڑا یاد ہوا ہے۔ کاش یہ طالب علم طریق اور تدبیر سے یاد کرتا تو اس تھوڑے عرصہ میں بہت کچھ یاد کر لیتا۔ لہذا اہم ذیل میں ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں جو گویا ہر صرت تاریخ کے متعلق ہے مگر عام طور پر تمام مضامین پر اسکا عمل ہو سکتا ہے۔ قاعدہ مذکور حسب ذیل ہے:-

سب سے پہلے طالب علم کو چاہئے کہ تمام تاریخ کو چالیس چالیس یا پچاس پچاس برس کے زمانوں میں تقسیم کر کے - پھر ہر ایک مشہور و معروف واقعہ پر غور کرتے اسطرح ہر ایک واقعہ اور ہر ایک مشہور شخص کے باہم غور و خوض کا ایک ایسا سلسلہ قائم ہو جائیگا - کہ ایک واقعہ کا سرا مل جانے سے کئی ایک واقعات کے سرے ماتہ لگ جائینگے *

اگر زیادہ فصاحت اور آسانی مطلوب ہو تو چاہئے کہ جس طرح تاریخ کو چالیس چالیس یا پچاس پچاس سال کے زمانوں میں تقسیم کیا ہے اسی طرح ہر ایک زمانہ کے واقعات کو جدا جدا چالیس چالیس یا اس سے بھی زیادہ داگر اتنی کنجائیش دیکھو) اوراق میں تقسیم کر لو - اور اسطرح بہ نسبت سابق کے یاد کرنے میں آؤر بہتر آسانی ہو جائیگی *

تاریخ وغیرہ یاد کرنے کے واسطے جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے ایک اور قاعدہ بھی نہایت کار آمد اور مفید ہے اور وہ یہ ہے کہ کتاب لیکر جو کچھ یاد کرنا ہو - اس کے تھوڑے تھوڑے حصے انکو علیحدہ علیحدہ بلند آواز سے سواتر پڑھو - چند مرتبہ ایسا کرنے سے خود بخود جو کچھ پڑھو گے اسطرح حافظہ پر نقش ہو جائیگا - اور یاد رہے گا کہ اسکے علاوہ ایک اور بھی مفید قاعدہ یہ ہے کہ جو کچھ یاد کرنا ہو اس کو علیحدہ کاغذ پر لکھو - کئی مرتبہ غور سے پلٹنے سے جو کچھ چاہو یاد ہو سکتا ہے *

اس سے قبل جو کچھ طریق حافظہ کو ترقی دینے اور گرتھ سے یاد کرنے کے یاد کرنے

کے واسطے بیان ہوئے ہیں انکے علاوہ کئی ایک عام طریق ایسے مروج ہیں جو ہم روزمرہ عمل کرتے ہیں - مگر کبھی غور نہیں کرتے اور ان سے کبھی کبھی خاص خاص استفادہ نہیں کرتے *

اکثر دیکھا ہو گا کہ جب کوئی کام ہم کرنا چاہتے ہیں تو اسکو واسطہ کہ تم خاص

نشانہ مقرر کر لیتے ہیں کہ وقت ضرورت پر وہ کام ہم کو یاد ہو جائے۔ جیسے
 نشانہ انگلی پر دھاگا باندھ لینا۔ یا کمر بند میں گرہ دیدینی۔ یا کوئی اور ایسی شے
 مقرر کرنا جس سے وقت پر فی الفور حسبِ خواہش جو کام کرنا ہو وہ یاد آسکے۔
 بعض لوگ اپنے خاص قاعدہ اس بارہ میں مستعمل کر لیتے ہیں یعنی ایک لفظ
 دوسرے لفظ سے تشبیہ دیکر لفظ مذکور کو یاد کرتے ہیں۔ جیسے لفظ ہنگام
 کو انگلی سے تشبیہ دیکر یاد رکھیں۔ پیرس (دارالمقدمہ فرانس) کو پاس کے پتھر
 کے خیال سے یاد رکھیں۔ کوہ قاف کا نام حرف قاف کی تشبیہ سے ذہن میں
 بڑھائیں۔ اور جاپان کا نام جہان کی تشبیہ سے خیال میں رکھیں۔
 ایک صاحب اہل جو من نیکل نامی نے حافظہ کی اہمیت کی تحقیق کی تھی اور
 اکثر قاعدہ اسکی ترقی کے واسطے دریافت کئے تھے۔ اور جابجا اپنی تحقیقات
 اور معروضات کی بذریعہ بیکر و کتب کے اشاعت کیا کرتے تھے۔
 اپنے بیکرون میں ایک خاص قاعدہ جو بیان کرتے تھے جبکہ ہمارے
 ناظرین اس طرح بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ جیسے شاہجہان کی وفات ۱۶۶۷ء میں
 ہوئی۔ ہم جانتے ہیں کہ اس واقعہ کو یاد کریں۔ تو جہاں کہ الف۔ ب۔ ت۔
 کا سولہواں حرف ایک دفعہ اور چہاں دو دفعہ کہیں۔ کیونکہ عدد ۶۷ میں ۶ کا منہ
 دو مرتبہ آیا ہے۔ پہر ان تینوں حرفوں کو ملا دیں تو ایک فقرہ طے بن جائیگا۔ اس کے
 یاد رکھنے سے شاہجہان کی وفات کی تاریخ ذہن نشین رہیگی۔
 مگر اہل ایران اس سے بھی بڑھ کر سہل ایک اور طریق جانتے تھے۔ یعنی فن
 تاریخ گوئی۔ س۔ ع۔ الف کشید ملائک ز قوت اکبر شاہ۔ (سنہ ۱۰۰۰)
 س۔ ہا یوں بادشاہ اتہام افکاد۔ (سنہ ۱۰۰۰)
 لاہور کی مسجد وزیرخان کی تاریخ

تاریخ این بنا جو پر سیم از خود گفتا گو کہ بانی مسجد وزیرخان
گلابی باغ کی تاریخ ع

گلابی باغ شد تاریخ باغش

ایان سب مصرعون سے مقامات مذکورہ پھر صدر کی بنیاد کے سن دریافت
ہوتے ہیں۔ اس سے بہت آسانی ہوتی ہے۔ سب کچھ حافظہ پر نقش ہو جاتا ہے
اور کبھی نہیں بھولتا۔

شایقین کتب میں کے واسطے چند ضروری آیات اور قواعد

قبل اسکے کہ کوئی کتاب پڑھنے کی جرات کرے۔ مگر بشیر طیکہ اسکے مطالعہ کرنے
کا دل میں شوق ہو۔ کیونکہ مطالعہ اور حاصل اسی مضمون کا جلد تر آسان اور سہل
اور مفید ہوتا ہے۔ چہر طبیعت کا میلان ہو۔ ورنہ بہت وقت اور مشکل
لاحق ہوتی ہے۔ لہذا عمدہ تدبیر یہ ہے کہ اس کتاب میں جس مضمون کا بیان
ہو۔ اس مضمون پر خود اپنی طبیعت کو زور دیکر کچھ سوچو۔ غور کرو کہ تمہارے
قیاس سب مصنف کتاب مضمون مذکور کی نسبت کیا کیا خیالات نہا کر کے ہیں
اس طرح خوب خود اپنے خیالات کا مضمون مذکور کی نسبت احتساب اور
اندازہ کرو۔ اس وقت کتاب کو پڑھنا شروع کر دو۔ جو فقرہ پڑھو۔ اس کے مطلب
کو ذہن نشین کر لو۔ جلد ہی زور روانی سے ہرگز کام نہ لو۔ صرف اس قدر مطالعہ
کر لو کہ جس ذریعہ یا وجہ کی اپنے دماغ میں گنجائش اور طاقت دیکھو۔ لہذا تمہارے
پاس کتاب ہی وقت ہو مگر تاہم اس بات کا خیال رکھو کہ حد سے تجاوز نہ کرو۔

یعنی صرف ایک وقت میں مطالعہ کرنا مقدر کرنا اپنے آپ میں یاد رکھنے کی طاقت دیکھو +
اب اس طرح جو بے گنجائش نہایت غور سے کچھ مطالعہ کر چکے۔ کتاب بند
کردو۔ اور جو کچھ مطالعہ کیا ہے اسکو اپنے دل میں دہرا جاؤ۔ یا سب سے بہتر
طریق یہ ہے کہ اپنے کسی دوست کے سامنے تذکرہ بیان کر دو۔ پھر کسی شخص کو
اپنے قصور میں ہی حاضر سمجھ کر تنہائی میں اسکو سنا دو +
یہ تو ایک عام قاعدہ ہوا۔ اب ایک خاص قاعدہ اور ہے۔ کاغذ قلم اور
دوات۔ جو کچھ مطالعہ کر چکے ہو۔ اسکو اپنی عبارت میں کاغذ کے حوالہ کر دو۔ پھر
اصل عبارت سے ماؤ۔ اس طرح تم کو نہ صرف سے جو کچھ پڑھا ہے وہی یاد رہ جائیگا
بلکہ تم کو عبارت آرائی اور مضمون نویسی کی عادت پڑیگی اور بار بار دیکھ کر تم اچھی
عبارت لکھ سکو گے +

مطالعہ کرتے وقت طبیعت کا یکجا ہونا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ مطالعہ
سے چند ان فائدہ ہوگا بلکہ بہت مشکل لاحق ہوگی۔ مطالعہ کرنے کے واسطے جہان
طبیعت کا یکجا ہونا ضروری ہے ومان مقام اور جگہ کا بھی مطالعہ کے لئے مناسب
ہونا لازم ہے۔ ہمیشہ ایسی جگہ بیٹھ کر مطالعہ کرو۔ جہاں شور وغل کم ہو۔ کیونکہ شور
وغل سے بے شکل طبیعت یکجا ہو سکتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص جبراً اپنی طبیعت جیناتا
کو یکجا کرے ہی تو اس میں عسار و وقت اور مشکل لاحق ہونے کے اس سے بے چین
فائدہ بہت کم ہوتا ہے +

جگہ ایسی ہو جہاں کسی طرح کا شور وغل نہ آسکتا ہو۔ اور نہ کوئی اور طبیعتی
ادھر آدھرتوب میں رکھی ہو۔ جو اپنی طرف خصوصیت کے ساتھ تمہاری نظر
اور خیالات کو مبذول کر سکے +
علاوہ ازیں یہ بھی اہتمام کر لو کہ جب تک مطالعہ کر کوئی شخص تمہارے

خیالات میں مداخلت نہ کرے۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ وہ یہ کہ ایک آجائے تم کو اس سے لگھو کرنا
پڑے اور اس طرح تمہارے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ جائے۔ اس کا خیال نہایت
ضروری ہے۔ ایک وقت مقرر کرو اور اس وقت مطالعہ کرو اور کوئی شخص مغل
ہند کے

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اگر خیالات کو یکجا کرنے میں باوجود مناسب
سامان دیا ہونے کے وقت ہو تو چاہئے کہ کتاب لیکر سیکھ رہا ہو اور اس سے پہلے
اس طرح رفتہ رفتہ اپنے دل میں خاموش ہو کر پڑھنے کی عادت پڑھاویگی۔
جو کچھ مطالعہ اور حافظہ کو ترقی دینے کے واسطے اس سے پہلے بیان ہوا ہے
اس کے اصول پر یہ امر بھی ہے کہ جو لوگ بچوں کو پڑھانے میں سکون معلم
یا کالجوں میں پروفیسر ہوتے ہیں۔ انکو اپنے شغل سے بہت ہی فائدہ ہوتا
ہے۔ چنانچہ ہر مہینے کا ذکر ہے کہ وہ اکثر تنہائی میں مطالعہ کیا کرتا۔ اسکے ارد گرد
کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ یہ اسکو اپنا تحصیل کیا ہو علم سنا سکتا۔ چنانچہ مجبوراً
یہ کرتا کہ جو کچھ تمام دن صبح سے مطالعہ کیا کرتا۔ اور محنت سے تحصیل کرتا۔ شام
کے وقت جھنجھل میدان کو جا کر سنا دیتا۔ ابرس تک یہ شخص اس عمل کی تیسر
کر کرتا۔ یہاں تک کہ اس سے اسکو عظیم فائدہ پہنچا۔

خاصہ کرنے کی عادت سے ہی حافظہ کو بہت ترقی ملتی ہے۔ اس سے
ایک خاص قسم کی قوت اٹھتا ہے انسان کے دماغ میں نہایت فائدہ مند سی قوت پیدا
جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی اسکے انسان اس عادت سے اپنی زندگی میں مختلف
موقعوں پر بہت سی مستفید ہو سکتا ہے۔

لہذا اس عادت کی تیسری ضرورت کرنی چاہئے۔ اور اسکی تدبیر اس طرح ہے کہ
پہلے کسی کتاب کو مطالعہ کرنا شروع کرو۔ جو وقت اسکا ایک معقول حصہ پڑھ لو۔

اس معیار سے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بیان کیا ہے کہ عقیدہ ریاضیہ آپ
میں گنجائش دیکھو) تو کتاب بند کر کے جو کچھ پڑھ لیتے۔ اسکو سوچو اس میں سے
علیحدہ علیحدہ مطالبہ کی بابت دل میں وہ بیان رکھو۔ اور فضول باتوں کو
چھوڑ دو۔ پھر نفس مطلب کو غور سے حافظہ میں جگہ دو۔ اور اس طرح تم جگہ
پڑھ لیتے اسکا خلاصہ کر لو گے ۶

اس سے ایک فائدہ یہ ہو گا کہ جو کچھ پڑھ لیتے اسکی درجہ مرتبہ اپنے دل میں
واقعہ پر دیکھنے سے سب باتیں حافظہ پر نقش ہو جائیں گی۔ اور سطح ذہن پر چیم جائیں گی
ساتھ ہی اسکے تم کو بڑی بڑی عبارتوں میں سے اُنکا عطر نکالنے کا ٹولہ ہنگ
آ جائیگا۔ اور خواہ کتنی ہی طول اور فضول عبارت ہو۔ تم مجبور ہو کر اپنے حافظہ
میں بیفائدہ زیادہ توجہ نہ ڈالو گے۔ اور صرف نفس مطلب اور مفیدہ کو یاد
رکھنا ضروری سمجھو گے ۷

اس میں شک نہیں کہ کسی شخص سے یہ امید کرنا کہ پہلے ہی اسکو کوئی عبارت
پڑھ کر کامیابی سے اپنے دل میں قاعدہ مذکورہ بالا لکھی رو سے خلاصہ کرنے
میں کم کامیاب ہو گا مشکل ہے مگر اسکی تدبیر یہ ہے کہ پہلے یہ عادت اس طرح ڈالنی
جائے کہ جو کچھ پڑھو غور سے پڑھو۔ اور پھر پڑھ کر چھانٹ کر یاد آئے اسکو ایک
مرتبہ کاغذ پر لکھو۔ پھر جو کچھ کاغذ پر لکھا ہے اسکو ایک دفعہ شروع سے آخر تک
پڑھ جاؤ۔ پھر اس کاغذ کو ایک طرف رکھ کر اسکا مطلب علیحدہ کاغذ پر لکھو اور
دیکھو کہ کوئی فضول اور بے فائدہ بات تو نہیں درج ہو گئی ہے۔ غرض یہ عمل
ایک دو دفعہ کر دو حتیٰ کہ جو کچھ عبارت تم نے پڑھی ہے اسکا عطر اور جو مضمون پڑھا
ہے اسکا نفس مطلب اور ایک طرح کا جو ہر تمہارے ذہن پر نقش بر سنگ ہو جائے
چند مرتبہ اس طرح عمل کرنے سے تم کو فائدہ دیکھ کر ریاضیہ دل ہی میں خلاصہ کرنے کی عادت

ہو جائیگی۔ اور تم اس قابل ہو جاؤ گے کہ خواہ ساری کتاب ایک دفعہ پڑھ جاؤ
اسی طرح اس کا نفس مطالبہ اور اس کا خلاصہ تمہارا ہے۔ نویں نشین ہو جائے۔

نظم حافظ پر اثر

نثر سے نظم پر اکثر طبیعت زیادہ جمتی ہے۔ اور وہ یاد دہی جلد ہی ہو جاتی
ہے۔ لہذا حافظ کو پڑھانے کے واسطے نظم سے مشق کرنا بھی نہایت مفید
ہے۔ اکثر مشہور مسائل نظم کر لئے جاتے ہیں۔ صرف اس واسطے کہ لوگوں کو آسانی
سے یاد ہو سکیں اور کبھی فراموش ہوں جیسے علم حساب کی کتاب میں دیکھا ہے

| | |
|-----------------|---------------------|
| تیس ہین پیہر کے | اپریل جون۔ نومبر کے |
| فری کے اٹھائیس | باقی کے ایک تیس |
| فری جب ایک آٹے | اٹھائیس بر ایک آٹے |

اسی طرح اکثر مسائل محبت اور دیگر مزوری باتیں جو یاد رکھنے کے قابل ہوں
نظم کر لیا جاتی ہیں تاکہ آسانی سے یاد آسکیں۔ اور لوگ عام طور پر انکو یاد کرتے ہیں
مثلاً اس مصرعہ میں ایک نثری مسئلہ کا بیان کیا گیا ہے۔ ع۔

کم خورد بسیار روز خوش باش باش

اسی طرح ذیل کا شعر

شام کو سونا سیر سے صبح کو آٹھنا شتاب
روح کو بخشے ہے فرحت عقل کو بخشے ہو تاب

اسی طرح ذیل کے شعر سے کفایت شمارہ کی خوبی ظاہر ہوتی ہے

اگر آں روز دیکھے سپہ شاد کہ
پہرہ کبہ تو سال میں تیرہ ہین کھدہ

زیادہ طرح ذیل کی رباعی سے سو بہنیں اور گرانی سے چنے کی ہدایت میں ہے

آرام سے شب گزارنے کو ہلکا سا طعام ہو عشا کا
در نہ تو تڑپ کے ہو گاشاکی ایک پیٹ کے در دو جا لگزا کا

انگریزی ہینوں کے دن ذیل کی نظم سے بھی ہزاروں کو زبانی یاد ہو گئے

ہین - اور ایک ہی فرد کی کوشش سے عمر بھر کے واسطے یاد ہو جاتے ہین
جنوری مارج میٹی جولائی اکتوبر گیسٹ
جون - اپریل ستمبر نومبر چار ماہ
این ہمد راسی بدانی زوری بست و

غرض اس میں کچھ شک نہیں کہ نظم پر نسبت نثر کے جلد تر حافظہ جاری
ہوتا ہے - ثانیہ اور ویف اس قسم کی مناسبت حافظ سے رکھتے ہین کہ
کہ بلا کوشش ہی خواہ مخواہ جو بات ہو حفظ ہو جاتی ہے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ
کا کہو یا - ماتیقمان گلستان اور بوستان چوٹی ہی عمر میں اکثر پڑھتے ہین مگر
مدت العزت تک قریباً ہمیشہ مشہور مقامات بر زبان رہتے ہین

انسان جو واقعات اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے وہ بہ نسبت پڑھنے یا سننے
کے بہت عرصہ تک اور نہایت استحکام سے یاد ہو جاتے ہین - چنانچہ اسی بنا پر
مثل مشہور ہے -

شینہ کے بودماند دیدہ

جو واقعات انسان اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے - زندہ حروف بہ نسبت سموعات

کے عرصہ تک یاد ہی رہتے ہین - بلکہ وہ زیادہ تر قابل اعتماد ہوتے ہین

حکام نے تحقیق کیا ہے کہ جو واقعات انسان اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے - وہ بہ نسبت

ان واقعات کے جو یہ کانون سے سننا ہے حافظہ پر گہرا نقش بناتے ہین - اس
کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ ذہن کو ایک نہایت خونریز جنگ ہوا ہے - ایک

ایک شخص تو وہ ہے جس نے اس جنگ میں شامل ہو کر یا بحیثیت تماشاچی
کے اپنی آنکھ سے تمام معرکہ ملاحظہ کیا ہے۔ دوسرے شخص وہ ہے جس نے اس معرکہ
کا حال کسی کتاب میں پڑھا ہے یا کسی شخص کی زبانی سنا ہے۔ اول الذکر
کے دل و دماغ پر حقیقتاً رگہ انقش اس معرکہ کا ہوگا وہ آخر الذکر کو نصیب نہیں
کیونکہ اول الذکر کے دل پر اس معرکہ کا ایک خاص قسم کا اثر پڑا ہے جو آخر الذکر
کے نصیب نہیں ہوا۔ کیونکہ دیکھنے اور سننے میں بہت فرق ہوتا ہے +

جو شخص اس معرکہ کا حال دیکھ کر آیا ہے وہ خواہ کیسا ہی واضح طور پر
کسی شخص کو شہنائے مگر اس قدر لطف اور دلچسپی سین پیدا ہونے کی حقدار کہ آنکھوں
سے اس کیفیت کو دیکھنے سے پیدا ہوئی تھی۔ کیونکہ اول تو یہ ضروری ہے کہ بیان
کرنیوالے اور سننے والے کے مذاق ایک ہی جیسے ہوں۔ جن باتوں میں اول الذکر
کو دلچسپی حاصل ہوئی تھی۔ انہی میں آخر الذکر کو بھی دلچسپی حاصل ہو۔ دوسرے اکثر
ذرا ذرا سی خفیف باتیں اس قسم کی ہونگی کہ گو وہ دلچسپ ہونگی مگر ان سے ایک
ایسا خاص قسم کا لطف دیکھنے والے کی طبیعت پر پڑا ہوگا جسکو وہ ظاہر نہیں کر سکتا
مجبور ہو۔ اور پھر اس لطف کو ظاہر کرنے وہ ذرا ذرا سی باتیں نہیں بیان کر سکتا۔
لہذا وہ آنکھوں چوڑا دیتا ہے۔ اور صرف ضروری اور موٹی موٹی باتیں بیان کر دیتا ہے
ساتھ ہی ایسے اکثر امور ایسے ہونگے کہ جو اسکے دل پر نقش تو ہونگے۔ مگر انکا اظہار
حیث امکان سے باہر ہوگا +

یہی جو ہے کہ آنکھ جو حقیق اور نقیض کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ اور علم
کے نکات دن بدن یروہ ظہور میں آتے جاتے ہیں۔ بچوں کو تصاویر سے سبق
یا دکرنا اور مضامین سمجھنے کی عادت ڈلوای جاتی ہے۔ بچے کسی جانور۔ کسی ملک یا
کسی مقام یا واقع کی تصویر اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اور اسکا حال اپنی کتاب

میں پڑھتا ہے تو صرف اس تصویر کی مدد سے اسکا تمام حال نہایت استحکام سے اسکے حافظ پر نقش ہو جاتا ہے۔ اب جو وقت وہ تصویر اسکے ذہن میں آتی ہے۔ اسکا تمام حال مثل آئینہ اسکے دماغ کے سامنے آ جاتا ہے + اکثر لوگ اسپر عتراض کرینگے کہ اندھے عام طور پر معرکہ جنگ یا کسی اور واقع کے حالات خوب یاد کرتے ہیں اور انکا حافظہ بھی خوب تیز ہوتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ بصارت کی محرومی کے باعث دیگر قواسمے بتدیج اسطرح زبردست اور مکمل ہوتے جاتے ہیں۔ کہ بصارت کا عوض انکی ترقی سے نکل جاتا ہے۔ اور اندھے کو بصارت کی محرومی کے باعث اپنے حافظہ اور دیگر ضروری قواسمے کی مشق کرنی پڑتی ہے۔ اور اپنی پر یہ اپنا دار و مدار اور انحصار سمجھتے ہیں۔ لیکن تاہم جس شخص نے اپنی آنکھوں سے اس معرکہ کو دیکھا ہے۔ وہ زیادہ عقیدہ اور قابل اعتماد ہے۔ اور اندھے پر ہزار درجہ فوقیت رکھتا ہے +

طالب علمان کے واسطے علی الخصوص اور
دیگر اصحاب کے واسطے علی العموم مفید
مطلب گر جس سے ایک مہر سری نظر
میں کیا مضمون یاد ہو جائے

کتاب کو پڑھ کر اگر امتحان کے واسطے اسکے مضامین یاد کرنا منظور ہوں تو اول تو نہایت عمدہ تہمیر یہ ہے کہ حاشیہ بر علیحدہ علیحدہ مشکل یا ضروری امور کے نوٹ یعنی یادداشتیں لکھتے جاؤ۔ مگر ساتھ ہی اسکے خیال ہے کہ کتاب کے

غور و خوض سے کسی طرح پڑھنے میں کمی نہ کرو۔ غرض حیطہ بیان ہوا کتاب کے
حاشیہ پر ضروری اور شکل باتوں کے نوٹ لکھتے جاؤ۔ اور جب کہی جا ہو کہ تمام
کتاب تم ایک نظر میں یاد کر جاؤ تو کتاب کہو لکھو صرف انہی یادداشتوں پر
ایک نظر پڑنے سے مقصد حاصل ہو جائیگا۔ کیونکہ یہ یادداشتیں نفس مضمون
ہونگی۔ اور جو کچھ امور کتاب میں قابل غور اور شکل ہونگے انکے عطر اور
جوہر ہونگی۔

علاوہ ازیں ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ جو جو ضروری باتیں کتاب میں دیکھو
اپنے مشخّص روش نامی سے خطا کہینچہ۔ اور اس سے بھی قاعدہ مذکورہ بالائی
تحلیل تعمیل میں بہت آسانی ہوگی اور مدد ملے گی۔

اگر کسی قدر محنت اٹھانا چاہتے ہو۔ اور محنت کے قابل ہو۔ اور ساتھ ہی
اسکے کسی مضمون یا کتاب کو نہایت مکمل طور پر زبان کرنا چاہتے ہو۔ تو اسکا خلاصہ
نہایت غور و خوض سے علیحدہ جو محنت کر کے تیار کرو۔ مگر اس خلاصہ کے تیار کرنے
میں ایک بات مد نظر کہو کہ جو جو ضروری اصطلاحات یا باتیں ہوں انکو کسی مختلف
روش نامی سے اور جلی قلم سے واضح کہو۔ اور اسطرح وقت ضرورت پر صرف
ایک نظر سرسری پرنے سے تمام کتاب کا مضمون نہایت آسانی سے اور نہایت
جلد بلا کسی قسم کی وقت اور تکلیف کے یاد ہو جائیگا۔ اور بہت فائدہ
پہنچے گا۔

اکثر طالب علموں کو دیکھا گیا ہے کہ تمام سال محنت شاقہ اٹھا کر کتاب
یاد کرتے ہیں اور کمرہ امتحان میں جا کر معلوم ہوتا ہے کہ بہت کم یاد ہو رہا ہے۔
اسکی کئی ایک وجوہات ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ امتحان کے قریب
بہت سی کتابیں دیکھ کر طالب علم کا دل گھبرا جاتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ سب

کتاب میں ایک وہی دن میں خوب متعین طور پر یاد ہو جائیں۔ لیکن وقت بہت
 تھوڑا ہوتا ہے۔ اور اس قدر قلیل وقت میں انکے یاد ہونا ممکن نہیں ہوتا۔ بچہ
 طالب علم حیران رہ جاتا ہے۔ بجز مایوسی کے اور کچھ نہیں حاصل ہوتا۔ اور
 اسکا اثر حافظ پر ایسا خراب پڑتا ہے۔ کہ آخر کار اس سے ہی بڑھ کر مایوس
 کن نتیجہ کا سامنا ہوتا ہے۔

ایسے موقع پر طالب علم کو ذیل کی تدبیر سے بہت ہی فائدہ پہنچے گا :-
 پہلے ہم نے جو قواعد کتابوں کی نسبت بیان کئے ہیں ان پر اچھی طرح نہایت
 کوشش سے عمل کرنا چاہئے۔ اور ہر ایک فرد ذرا ہی بات پر بھی اسکو نہایت
 ضروری سمجھ کر گاہ بند ہونا چاہئے۔ جب اس طرح عمل کر چکے اور کوئی دقیقہ اپنی طرف
 سے فرو گذار نہ رہ جائے۔ اسوقت امتحان کے قریب پہنچ کر کتاب دیکھنا بالکل
 ترک کر دو۔ خود اپنے بناے خلاصوں کو دو ایک مرتبہ غور سے دیکھو۔ اس طرح
 نہ تو حافظہ پر غیر ضروری بوج پڑے گا۔ اور نہ طبیعت گہرا تھکی۔ اور جو کچھ محنت
 کی ہے اسکا یقیناً پہل ملے گا۔

علم اور حافظہ

علم غیر کے خزانہ کی تحصیل سے اپنی تحقیقات کے نتائج کا نقش حافظہ پر
 زیادہ عمیق بنتا ہے۔ وجہ اسکی کچھ تو یہ ہے کہ اظہار کی سرگرمی دل کی چالاک
 وحیستی کو جگا کر برا بیگینہ کر دیتی ہے اور بڑا باعث اسکا یہ کہ جب ہم تحقیقات
 کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں تو خیالات اس تسلسل کے قاعدہ کے بموجب
 مرتب ہوتے جاتے ہیں۔ جو ہماری عادت کے موافق و مطابق ہوتا ہے
 چنانچہ علم محصور کو اپنے طور پر مرتب کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ جب کسی

مصنف کے خیالات سے واقفیت ہو گئی ہو تو اسکے مضمون کو اپنے طور پر دوبارہ پڑھیں اور پڑھتے پڑھتے ٹھہر جائیں کہ دیکھیں ہم کیا حاصل کیا اور مصنف کن دعویٰ کو ثبوت کرنا چاہتا ہے۔ اور انکی حمایت اور ثبوت کے واسطے کیسی دلائل پیش کرتا ہے۔ اس سے خیالات ایک اور طور سے ہمارے دل میں مرتب ہونگے اور یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ مصنف کی دلائل کچھ ہمیشی کے باعث کہاں ضعیفہ ہیں۔ اختصار کی رو سے کس جگہ تاہیک دورطوالت کے سبب سے کس موقع پر بیفائدہ ميسوطہ ہیں۔ اور جب ہم ایسا کر کے مضمون کو ایسی ہیئت میں لے آویں جو ہم کو بجائے خود پسندیدہ اور طبعی معلوم ہوتی ہو تو اسوقت واضح ہو جاوے گا کہ یہ شکل صرف بذات خود بہتر ہے بلکہ ہمارے حافظ کی معاون ہونے کے واسطے کمال موافق بھی ہے۔ چنانچہ ایسا واسطے **سٹوارٹ** صاحب فرماتے ہیں کہ جب ہم کو کسی مطلب پر اپنے تذکرہ کو تازہ کرنے کی ضرورت پڑے تو غیروں کی تصنیف اپنی تالیف کو ترجیح دینا اور پڑھنا چاہئے لیکن جو ترکیب ہم نے تحقیق کے ساتھ مطالعہ کرنے کی بتائی ہے۔ اس سے مختلف طور پر لوگ پڑھا کرتے ہیں۔ بعض تو محض وقت گزارنے کی نیت سے بعض سستی کے باعث سحت سے دم چور اکر اپنے آپ کو مشغول سمجھنے کی خوشی سے۔ اور بعض اپنی تحصیل علمی کو دکھانے کی غرض سے۔ مگر جو ایسے ارادوں سے پڑھتے ہیں مجال ہے کہ معقول اور بہاری ترقی کر سکیں۔ کیونکہ وقت گزارنے کی نیت سے پڑھنے والے اور سستی کے خوف سے پڑھنے والے کے دل پر شکل سے خیالات مصنف کا نقش بنتا ہے۔ اور پھر وہ پڑھنے والا صرف اپنی مقامات کو چھتا ہے جو اسکے زعم میں حیرت خیز اور عجیبانگہ معلوم ہونے میں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔

کہ مصنف کی تقریر کی جان اور دلائل سے یہ سب غافل رہتے ہیں اور امتحان اور قیاس بھی نہیں کر سکتے۔ کہ اس مطالعہ سے ہمارے علم موجودہ کے خزانے میں کس قدر توفیر ہوئی۔ اور اگرچہ ڈاکٹر ٹیلر اپنے خطبوں کے دیباچوں میں فرماتے ہیں کہ جو کچھ انسان کے خیال میں آتا ہے اُسے کسی نہ کسی طرح سے وہ تھوڑا بہت ضرور جانچ لیتا ہے۔ تو یہی یہ امر یقینی ہے کہ اکثر اشخاص بوجہ مختلفہ سے اپنی جانچنے والی قوت کو اس قدر حرکت نہیں دیتے کہ سمجھ جاویں کہ ہماری مطالعہ یا مشاہدہ کی ہوئی شے کس قدر صحیح نتائج شامل رکھتی ہے۔ کیونکہ انکی علت غائی بھی ہوتی ہے کہ کسی صورت سے وقت طلب یا دل خوش ہو۔ یاد کہانے کے واسطے کہنا ہوتا ہے۔ وہ اس بات کے سمجھنے کو ہرگز امر عظیم اور ضروری نہیں جانتے کہ جس چیز کے دریافت ثبوت کرنے کا مصنف نے ارادہ کیا تھا وہ بوجہ جنی بائت اور ثبوت کے پایہ کو پہنچی یا نہیں۔ بدنیوجہ بالفرض اگر کسی مقام پر اتفاق سے دلیل وہ جاوے تو وہ اپنے اطمینان اور تشفی کے واسطے کہی ثبوت نہیں مانگتے۔ اندہوں کی طرح آگے بڑھے چلے جاتے ہیں۔ لیکن دنیا میں لائق سمجھے جانے اور اسی قسم کی اور غرضوں سے پڑھنے والوں کے سوا دل بہلانے کی مراد سے پڑھنیوالے تھوڑے ہیں۔ اور اس نیت سے پڑھنے والے تو بہت ہی تھوڑے ہیں کہ بلا تعصب رعایت کے دیکھیں کیا لکھا ہے۔ اور چھوٹ کیا ہے۔ اور سچ کیا ہے۔ اور جب یہ حال ہے تو بڑے حیف اور فرسوس کی بات ہے۔ کہ حقیقی اور تحقیق کے فوائد دنیا کی نظر سے کیسے غائب ہیں۔ حالانکہ یہی کمال سرگرم اور دینداری کی سی توجہ کے مستحق ہیں۔

ہم تحقیق کی محنت مودوم نہ چڑا دیں اور جب قدرنے علم کی تحصیل سے
 ہمارے ہی انائی اور خوشی بڑھی ہو اسے تقدیر شہرت کی حرص کو نگام دیکر
 اخلاص اور شرم سے حق کی پیروی کریں کیونکہ سچی شہرت حاصل کرنے کا
 اصل طریق یہی ہے۔ اسکو ملحوظ خاطر رکھنے سے ترقی حقیقی اور ایجادات مفیدہ
 سے دنیا کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ اور یاد رہے کہ صرف کمال اور ست ہی حافظہ
 میں علم کا خزانہ جمع کرنے سے محروم نہیں ہتے بلکہ ایک قسم کی جُست و چالاک
 بھی چنانچہ کہتے ہیں کہ **ویر یو بسیدون علمون** اور **سیکڑون فنون** کی امر لوط
 کتاب میں ہر روز پڑھا کرے تا اور یہی شوق رکھتا کہ دنیا کی تمام چیزیں اور بایں
 سیکھ لوں۔ مگر باوصف اینہم شوق اور کوشش کے اُسے کچھ یاد نہ رہتا۔
 باعث اسکا یہ کہ خدا نے انسان کو یہ قدرت نہیں بخشی کہ تمام موجودات کے
 حقائق کو کامل طور سے سمجھے اور یاد رکھے۔ اور نہ حافظہ کو یہ طاقت عطا کی کہ
 ہر روز نئے نئے علم کی نامر لوط بایں پڑھ کر محفوظ کرے۔ علم کا خزانہ جمع
 کرنے کے واسطے انسان کو خاص خاص طالب خاص خاص علم میں خاص خاص
 میعاد تک دہیان سے لگا تا پڑھنے چاہئیں۔ جب ایک یا دو میں میں نہایت
 ہو جائے تو علیٰ ہذا القیاس اور اور علموں کے ساتھ ہی یہی قاعدہ مرعی کہا
 جاوے کہ ساری کی طمع سے آدمی ہی نہ جاوے۔ اور سب گنوں میں
 پورا ہونے کے پالچ سے ادھر اور نہ رہ جاوے۔ **جامی**۔

عمر قصیر آمدہ علیٰ کثیر ہر جہ ضروری است بدن شکل گیر
 ایک ترکیب حافظہ کو بڑھانے کی۔ یا یوں کہو کہ حافظہ کو مدد دینے کی
 یہ ہے۔ کہ خاص خاص مضامین کو خاص خاص شیوار سے تعبیر کریں۔ خاص
 خاص باتوں اور نکتوں کو خاص خاص چیزوں کے نام کے ساتھ ذہن

نشین کریں۔ تاکہ جیت سے کسی چیز کا خیال آئے وہ بات ہی فی الفور یاد ہو جائے۔ چنانچہ اسکی تصدیق ذیل کی مثال سے بخوبی ہوتی ہے +

ایک نیم صاحبہ کا قاعدہ تھا کہ جب گرجا میں جایا کرتیں جو وعظ پارہی صاحب فرماتے اس کے خاص حصوں کو گرجا کے خاص خاص کمروں کے ساتھ دل میں غور سے یاد کر لیتیں۔ چنانچہ اسکا یہ قاعدہ ہوتا کہ جب کسی گرجا کے کمرہ کی طرف خواہ تصور میں خواہ حقیقت میں دیکھتیں وہ حصہ وعظ کا جس کو اُس کمرہ سے نسبت ہوتی فی الفور یاد آجاتا۔ اور اسطرح بات ترتیب عمل کرنے سے تمام تقریریں عن یاد ہو جاتی +

حافظہ کو استعانت دینے کا ایک یہ بھی طریق ہے کہ ابجد کے ہر ایک حرف سے ایک ایک حیوان کا نام اپنے خیال میں تعبیر کرو جیسے الف سے اونٹ۔ ب سے بیل۔ ت سے تیر۔ ث سے ثور۔ ک سے گتہ۔ ل سے لعل۔ س سے سور۔ ط سے طوطا۔ وغیرہ وغیرہ۔ پہران جانوروں کے علیحدہ علیحدہ اعضا و قواس سے الگ الگ نام اپنے ذہن نشین کرو۔ اس سے بہت مدد حافظہ کو ملیگی +

اسطرح اردو میں کیسا شعر ہے

بے کیونکر کہ ہے سب کار اٹا ہم اٹے بات اٹھی یار اٹا
اس شعر کے آخری مصرعہ سے جہاں اسے نام نکلتا ہے۔ اب اگر اس قاعدہ کو ہم مد نظر رکھیں۔ تو اسطرح ہی حافظہ کو بہت مدد ملتی ہے +

ماہک قاعدہ یہ بھی ہے۔ مثلاً گدڑا حیوان کا نام۔ گ سے ہم نے گد تعبیر کیا۔ و سے دیو۔ ہ سے ماہی۔ اور الف سے او۔ اب ایک لفظ گدڑا کے خیال میں آنے سے چار چیزوں کے نام یاد ہو جائینگے۔ اسطرح شیر کے

لفظ میں ب سے بدل قبیر کرو۔ ٹ سے ٹم سے یہود اسکو مطلق
اور ر سے رفل۔ اب اس میں بھی صرف بیڑ کا نام خیال میں آنے
سے چار چیزوں کے نام یاد آ جاویں گے ۔

مذکر

توت حافظ کی یہ قسم اس قدر فروری ہے کہ اسکا بیان علیحدہ ذکر نہایت
مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ قسم دراصل تو ایسی ہی کے نام سے
منسوب ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس سے انسان گزشتہ واقعات اور امور
اس نے زمانہ ماضی میں دیکھے ہیں سنئے ہیں یا پڑھے ہیں وہ سب اسکو یاد آجاتے
ہیں۔ قدرت دراصل ایک نہایت وسیع تماشا گاہ واقعات اور حالات کا
ہے۔ دن رات نئے نئے منظر نئے نئے سماں نئے نئے واقعات یہاں پیش
آتے رہتے ہیں۔ جس طرح ہر ایک کام اور ہر ایک واقعہ پر تغیر و تبدل کا عمل ہوتا ہے
اس طرح انسان پر بھی ایسی تغیر ہوتی ہے۔ یہ مختلف تغیرات کے زیر مشق
رہتا ہے۔ مختلف باتیں دیکھتا ہے۔ لیکن اگر انکو یاد نہ رکھے سکے تو کس قدر
کی بات ہے۔ اور اسکو کس قدر نقصان ہوگا۔

قدرت کا یہی ہی منشاء ہے۔ کیونکہ اگر یہ قسم توت حافظ کی قدرت نے
نہ عطا کی ہوتی تو اسکے بغیر کچھ کام ہی دنیا میں نہ ہو سکتا۔ جو کچھ انسان پڑھتا
دیکھتا سنتا۔ وہ سب اسکو فراموش ہو جاتا۔ اور اسکے تمام مشاہدہ اور
تجربہ ہونے کے برابر ہوتا۔ نہ اسکا عدم ہوتا نہ وجود۔ چنانچہ اس سے صاف
ظاہر ہے کہ انسان کی یہ قوت قدرت نے اس واسطے دی ہے کہ اس سے
مستفید ہوگا۔

اس قوت کی خاص جگہ پیشانی کے عین وسط میں ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ ہر ایک بشر کو خدا تعالیٰ نے یہ قوت عطا کی ہے۔ لیکن یہ بات محتاج بیان نہیں کہ ہر ایک شی کو گویہ قوت عطا ہوئی ہے مگر دراصل ایک دوسرے کے مادہ میں فرق ہے۔ بعض کی قوت تذکر بہت زبردست ہے۔ اور بعض کی اس کے برعکس بہت کمزور۔ لیکن اصل یہ ہے کہ انسان خود اس قوت کو جابھے تو بڑھا سکتا ہے۔ اور خود بھی چاہے تو اسکو گھٹا سکتا ہے۔ بعض کا یہ خیال کہ حافظہ پر زیادہ بوجھ ڈالنے سے یہ خراب ہو جاتا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ زیادہ بوجھ ڈالنے سے یہ مطلب لینا پاتے کہ حیقت و دفع و دل کام کر کے تھک گئے ہوں اسوقت حافظہ پر حد سے بڑھ کر زور دینا اس کے واسطے باعثِ خرابی ہے۔ لیکن اسکی مشق میں جس قدر کوشش کیجائے۔ اس قدر اس سے نہایت فائدہ حاصل ہوگا۔ جس قدر سپر زور دیا جائیگا۔ اس قدر یہ مضبوط اور مشکل اور محنت طلب کام کرنے کی عادی ہو جائیگا۔ اور ہم کو روزمرہ اسکی ہزاروں مثالیں ملتی ہیں *

دوکانداروں کو دیکھو گا کہ کون کے نام یاد ہونے کے علاوہ انکو بہانہ تک یاد رہتا ہے کہ فلان شخص مسلمان روز اس قدر سود خرید کر لگیا تھا۔ انکا حافظہ دراصل قدرتی طور پر ہی ایسا تیز نہیں ہوتا ہے بلکہ عادت سے انکو اس قدر تیز ہو جاتا ہے کہ جو شخص چاہے کوشش کرے اور اپنے تذکر کو اس قدر زبردست بنا سکتا ہے *

دوکانداروں اور عموماً ناخواندہ لوگوں میں یہ قوت نہایت مستحکم اور زبردست پائی جاتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ بچر اپنے حافظہ پر زور ڈالنے کے اور کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جسکی امداد سے وہ اپنی ضروری باتیں یاد کر سکیں۔ بچر کے لئے پڑھے تو ہوتے نہیں۔ کہ جو کچھ یاد کرنا ہوا وہ کاغذ پر نوٹ کر لیا۔ تاکہ انکو

اپنے حافظہ پر ہی مجبوراً انحصار کرنا پڑتا ہے۔ اور اسی وجہ سے انکا حافظہ بڑھ جاتا ہے۔ یعنی وہ تذکر کی مدد سے جو چاہیں بات یاد کر سکتے ہیں۔ پس اگر تعلیم یافتہ اور طالب علم ہی چاہیں تو اسی قدر اپنے حافظہ کو زبردست اور مستحکم بنا سکتے ہیں۔

غرض اس قوت کا یہی بڑھانا اور اسکو ترقی دینا ہمارے اپنے احتیاجات میں ہے۔ ہر ایک شخص نہایت آسانی سے اسکی مشق کر کے اس سے مستفید ہو سکتا ہے۔ لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ موجودہ تعلیم و تربیت اس قوت کو ہی صرف نہیں بلکہ تمام دیگر قوی کو خراب و زخمی کرتی ہے۔ طالب علموں کو اپنے بدن کی طرف خیال نہیں ہوتا۔ صحت جسمانی اور تندرستی اور توانائی سے نہایت بے احتیاطی کیجاتی ہے۔ اور نہایت افسوس ہے کہ بچوں جن طلباء تعلیم میں ترقی کرتے ہیں دن بدن توانائی اور تندرستی کو ہاتھ سے کہوتے جلتے ہیں۔ ہم نے اس سے پہلے کئی مرتبہ بیان کیا ہے کہ حافظہ کی درستی اور مضبوطی کے واسطے صحت جسمانی پر بے درجہ کی ضروری ہے اور اسی وجہ سے ہم ہر تاکید کرتے ہیں کہ سب سے بڑھ کر ہم کو صحت جسمانی کا خیال رکھنا چاہئے۔ اگر یہ بے نقص اور عمدہ ہے تو ہمارا ہر ایک عضو اور ہر ایک قوت خواہ وہ حافظہ ہو یا کوئی اور نہایت تندرست اور عمدہ رہے گی ورنہ بعد میں بجز کف افسوس منے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

گزشتہ صفحہ ہر بات میں جو قواعد بیان ہوئے ہیں ان پر عمل کرنے سے یقینی طور پر کم از کم حافظہ زبردست بن سکتا ہے۔ خواب و حافظہ درست ہو سکتا ہے اور ہر طرح اسی میں ترقی اور بہتری ہو سکتی ہے۔ البتہ صرف ایک شرط ہے کہ ان قواعد کی تعمیل میں اور نیز انکے متعلق جو دیگر امور جو طلب بیان کیے گئے ہیں انکو ذہن نشین کرنے اور ان سے استفادہ کر کے میں کوئی دقیقہ نہ ترک کرنا چاہئے اور ہر ایک وجہ ان نہایت محنت سے کہ سنیں گے۔

بچوں میں حافظ کی تربیت

قدرت بچہ کو پیدا ہوتے وقت نہایت عمدہ حافظ کا ایک ذریعہ غنایت کرتی ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ بہت سے دارین اپنے بچوں کو اس سے محروم رکھتے ہیں اور نادانستگی میں اپنی غفلت سے اس دولت کو خراب کر دیتے ہیں۔ اور ایسے میں ایک قسم بالواسطہ حیانت کے فریب ہوتے ہیں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ بچہ کا حافظ اچھا ہوتا ہے۔ اور کچھ عرصہ تک کسی طرح کی خرابی یا سین نہیں لاحق ہوتی۔ مگر جب یہ مدرسہ میں داخل ہوتا ہے تب تدریس اسکو ضائع کرنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد اسکو عمر ہو کر اپنا نقصان معلوم ہوتا ہے۔ اور اسوقت بچہ کف افسوس منے کے کچھ چارہ نہیں ہوتا +

ایک فلسفی کا قول ہے اور نہایت سچا قول ہے۔ کہ اگر بچوں کو نشت و خواندہ سے محروم نہ کیا جائے تو انکا حافظ نہایت زبردست عمدہ اور بافہم ہو لیکن مشکل ہے کہ بچوں کو نشت و خواندہ سے محروم نہ کہنا ہرگز قرین و انانی اور اتسائیت نہیں ہے۔ مدرسہ میں جس طرح بچوں کے حافظ کو نقصان پہنچتا ہے وہ ہم اس سے قبل صفحات مابست میں کچھ بیان کر چکے ہیں۔ اور مجبوری ہے کہ موجودہ طریق تعلیم کے نقص اور عیوب کی طرف کوئی خیالی نہیں کرنا ورنہ یہ وقت فی الفور نفع ہو سکتی ہے۔

یہ ہم کہہ چکے ہیں کہ بچہ کو جیتھو زیادہ تعلیم دیا جائے اسیتھو اسکے واسطے سفید اور صاف قرین و نانی ہوگی بشرطیکہ اسکی صحت اور تندرستی کے خیال کو دل سے فراموش نہ کیا جائے

جستی و چالاکي بچان کے توخی آجیات یا خورد زندگی ہے لہذا چہ گنہہ گنہہ کہ رسہ
 میں پنج برہیٹھے رہنا انکے واسطے موت سے کم ہین۔ اس قسم کی قید سے ہشتا
 کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور قدرتی نشو و نما اور تغذیہ میں خلل اور خرابی لاحق
 ہوتی ہے۔ اسین تو کلام ہین کہ انسان کا دماغ ایسا سٹے بنا ہے کہ اس سے
 خوب غور و خوض کا کام لیا جائے۔ اور طالب علم خوب محنت سے اپنے سبق کو
 یاد کرین لیکن اس سے یہ مطلب ہین ہے کہ دماغ سے اس قدر کام لو کہ اُسکے
 انجرجور و ہیلے پڑ جائین۔ چٹک دماغ کو کافی غذا ملے اور اُس سے کام محنت
 و مشقت کا لیا جائے۔ کچھ عرصہ بعد یہ بالکل بیکار ہو جائیگا۔ جس طرح انجن کے
 چلے کیو سٹل ایندین اور پانی کی ضرورت ہے۔ جس طرح انسان کے زندہ رہنے
 کے واسطے خور و نوش کی ضرورت ہے۔ ایس طرح دماغ سے کام لینے کے
 واسطے محنت کے بعد آرام اور عمدہ مقوی غذا کی ضرورت ہے۔

بچان کے حافظ کی تربیت کے واسطے سب سے بڑہ کہ یہ ضروری ہے
 کہ ہم پڑھنے لیکن سے بڑہ کر انکو خوب خوض سے مشاہدہ کرنے کا عادی بنا دیں
 اذکار تری کر شہون کے تہ سے دیکھنے اور ذہن نشین کرنے کے طریق بتائیں
 اور ایسا بند و بست کریں کہ انکو اس میں کامل و متگاہ حاصل ہو۔ اس طرح
 خواہ شست سے شست بچ بھی ہو۔ اُسکا حافظہ ہی زبردست اور قوی
 ہو جاویگا اور اسین استحکام اور ترقی کی صورت پیدا ہوگی۔

ڈاکٹر ڈورڈ میلنر صاحبانہی کتاب من ایک جگہ لکھتے ہین :-

”ابتدائی تعلیم کا بنیادی اصول غور و خوض سے مشاہدہ کرنا ہے۔ دنیا

میں سبق چیرین ہمارے گرد و ہین اور کائنات کے چلے نمایان ہین۔ بچہ

کو انکا صحیح اور مناسب علم ہونے سے کتابوں کا ایک کثیر ذخیرہ چھو کر پڑھی

بہ نسبت زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔ اور اصلی اور سچی تعلیم کا یہی نہایت بڑا دست
اور بہتر اصول ہے *

ایتک میں مینا میں محققین اور عالموں نے جو قدر بچوں کی تربیت کے
بارہ میں سخت کی ہے اس سے ذیل کا طریق ہم اخذ کرتے ہیں جسکی اگر تعمیل
کی جائے تو نہایت کار اور مفید ثابت ہوگا :-

استاد کو چاہئے کہ بچہ کو کوئی ایسی چیز جسے وہ اچھی طرح جانتا ہو مثلاً
کوئی جانور۔ یا کوئی اور ایسی چیز جو روزمرہ اُسکے مشاہدہ میں آتی ہو۔ اور
شاگرد سے کہے کہ گھر جا کر اور مطالعہ سے فارغ ہو کر اس چیز کو غور سے دیکھو اور
جو کچھ اُسکی نسبت معلوم ہے اُسکو اپنے ذہن نشین کرو۔ اور اسقدر یاد کرو
کہ سبب پوچھا جائے تو فی الفور بتلا سکو۔ چنانچہ دوسرے دن اُستاد کو چاہئے
کہ شاگرد سے اُس چیز کی نسبت سوال کرے۔ اور اس قاعدہ کو جاری رکھے
اس سے نہ صرف بچہ میں مشاہدہ کرنے اور غور و خوض سے کام لینے کی عادت
پڑے گی بلکہ اُسکا حافظہ زبردست ہوگا اور اُسکو ترقی نصیب ہوگی۔

اُسکے علاوہ ایک اور قاعدہ بھی ہے کہ طالب علم کو کسی ایسی جگہ سیر کرنے
بھی جو جہان لچسپ اور قابل دید نظارہ ہوں۔ اور طالب علم سے کہو کہ ہر ایک چیز
کو غور و خوض سے دیکھو اور اُسکو اپنے ذہن نشین کرے۔ اور وہ میں خیال رکھے
کہ جو کچھ مشاہدہ کرے گا وہ اُسکو دوبارہ زبانی یا وہی رکھنا ہوگا۔ جب سیر کرے
تو اُستاد کو چاہئے کہ طالب علم سے کہے کہ جو کچھ سیر میں دیکھا ہے وہ علیحدہ سلیب
یا لکھنڈ پر لکھو۔ اس سے کئی ایک فائدہ سے مترتب ہیں۔ اول تو طالب علم کو غور
و خوض سے کام لینے۔ دوم مشاہدہ کرنے۔ سوم یاد رکھنے۔ اور چہارم ایک طرح
پر جواب مضمون لکھنے کی عادت پڑے گی۔

ایسے موقوفوں پر ہر ایک صاحب اولاد کا حق ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اپنے ساتھ
سیر کرانے لیں گے۔ اور اسے کہے کہ جو کچھ چیز دیکھو اسکو یاد رکھو۔ خود بھی ضروری
ضروری اور دلچسپ چیزیں انکو بتلاتا جائے۔ اور ہر ایک چیز انکو سمجھاتا جائے
اور جب شام کو گہرا پس آئے تو تمام سیر کی کیفیت ان سے زبانی دریافت
کرے۔ اور جہان جہان یہ غلطی کریں وہ ان اصلاح کرتا جائے۔

یہ بھی خیال ہے کہ بچہ جو کچھ سوال پوچھے اسکا جواب نہایت صحت اور احتیاط
سے اسطرح دیا جائے کہ وہ بچہ کی سمجھ میں آجائے اور اسکے ذہن نشین ہو جائے
کیونکہ دراصل قدرتی طریق تعلیم کا یہی اصول ہے جس سے بچہ کو علم حاصل ہو سکتا
ہے۔ ایک صاحب کا ذکر ہے کہ ان کا بچہ جب کبھی اسے کوئی سوال پوچھتا وہ
ہمیشہ نہایت صحت سے غور کر کے اسکا جواب دیتے۔ اور اگر کبھی اس سوال کا
جواب خود انکو نہ معلوم ہوتا تو کسی کتاب لغت وغیرہ میں دیکھ کر بتاتے۔ اس
طرح انکو ہمیشہ بہت سی کتابیں خریدنا اور پڑھنا پڑتین۔ چنانچہ چند سال بعد
جب غور کیا گیا تو انکو معلوم ہوا کہ صرف اپنے بچہ کی خاطر انہوں نے سیکڑوں روپیہ
کی کتابیں خرید کر پڑھی تھیں۔ اور خود انکو اسطرح وہ باتیں معلوم ہو گئی تھیں جو
پہلے انکے خواب و خیال میں ہی نہیں آتی تھیں۔ اور بچہ کو جو کچھ اس سے ناسدہ
پہنچا اسکا ذکر ہی نہیں۔

ہماتک ہو سکے بچوں کو باتیں کرنے کی ترغیب اور جو کچھ انہوں نے کیا یا سنا
وہ انکو دہرانے دو۔ اور خود انکی زبانی سنو۔ اور اسکی تعمیل اسطرح نہایت مفید
اور آسان ہے۔ کہ دائرہ کو چاہئے کہ اپنے بچوں کو کہانیاں سنائے۔ تمام بچے
جلا استقامت کہانیوں کے دل سے شائق ہوتے ہیں۔ کوئی شخص اس سے بیخبر
نہیں۔ کہ بچہ سوتے وقت کہتا ہے ”امان کوئی کہانی سننا دے“

یہودیوں کا حافظہ علمی العموم اچھا ہوتا ہے۔ کیونکہ انکی تمام روایتیں
 بچوں کو بطور کہانیوں کے بطور کہانیوں کے سنائی جاتی ہیں۔ اور اصل یہ
 کہ روایت بغیر حافظہ کے دنیا میں رہ نہیں سکتی۔ راجھل میں بھی تاکہ ہے کہ
 بچوں کو روایتیں بطور کہانیوں کے سنائی جاتے ہیں۔ یعنی انہیں کلاسیک کا دستور تھا کہ
 بلاغہ روزمرہ اپنے مذہبی اصول اور فروعات بچوں کو سنایا کرتے تھے۔ اپنا
 مقدس کلام انکے سامنے بیان کرتے تھے۔ اور پھر ایک لکڑی کے دروازوں پر
 لکھ کر لگا دیتے تھے تاکہ ہر ایک کے دل پر نقش ہو جائیں +

امریکہ کے باشندگان جزائر غرب الجہند تمام دنیا میں اس واسطے مشہور ہیں کہ
 انکو اپنی تمام قوم کی تاریخ بزرگان مختلف ہے۔ اور شاید اگر یہ تاریخ کتابوں میں
 لکھی جاتی تو انکو ہرگز اس قدر صحت سے یاد ہوتی۔ اس وجہ سے ان لوگوں
 کا حافظہ بھی اچھا ہوتا ہے۔ وجہ کیلکہ ہر ایک بزرگ خاندان روزمرہ اپنے
 بچوں کو اپنے پاس بٹھا کر اپنی تمام قوم کی تاریخ علیحدہ علیحدہ قصوں میں بطور
 کہانی کے سناتا ہے۔ اور روز بروز ایسی باتیں ہی نہایت ذرا ذرا کر کے
 سے بیان کرتا ہے۔ خود اپنی سوانح عمری پیدا کر کے لکھتا ہے۔ اور وقت سے وقت تک
 سناتا ہے۔ خفیہ خفیہ سی باتوں کو بھی نہایت وضاحت سے بیان
 کرتا ہے۔ اور اس طرح اپنے بچوں کے سینہ میں تمام تواریخ جمع اور رکھتا ہے کہ جاتا
 ہے۔ وہ بچے بڑے ہو کر اپنی اولاد کو یہ روایت سپرد کر جاتے ہیں۔ اور اس طرح
 نسلاً بعد نسل یہ امانت سینہ بسینہ چلی جاتی ہے۔ تاکہ ہماری طرح کہ کتابیں لکھ کر
 انہیں بیرون (کتاب خانوں) میں جمع کر دیتے ہیں۔ اور ایک دفعہ پڑھ کر سب

فراموش کر دیتے ہیں

علم در جلد خویش سپرد ماید / تاکہ در جلد خویش سپرد ماید

بچوں کو وہ کہانیاں جو یہ بچپن میں سنتے ہیں بڑھاپے تک نہایت صحت کے ساتھ یاد رہتی ہیں۔ مگر چون چون یہ بڑے ہوتے ہیں انکا حافظہ کمزور ہوتا جاتا ہے۔ برعکس اسکے کہ اسکو بڑھاپا اور مضبوط ہونا چاہئے تھا۔ یہی وجہ صرف یہی ہے کہ موجودہ طریق تربیت ہمارا نہایت محبوب اور پر نقص ہے۔ طریق تعلیم اندھا دہند بے قاعدہ ہے۔ اور سخت اصلاح کا محتاج ہے۔ چنانچہ بتیکساں باتوں کی طرف خیال نہ کیا جائیگا۔ کچھ فائدہ مقرر تب نہوگا۔ اور تعلیم کا جیسا کہ حق ہے اصل منشاء اور مطلب پورا نہ ہوگا۔

چنانچہ مشہور فلاسفر ڈاکٹر جانسن یون فرماتے ہیں :-

حافظہ کا استعمال

حافظہ ہمارے دل کی وہ قوت ہے جسکا ہم کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ جس سے ہم کو ہمیشہ کام پڑتا ہے۔ حافظہ وہ ابتدائی اور بنیادی قوت ہے جسکے بغیر کوئی اور دماغی یا ذہنی عمل بالکل ناممکن ہے۔ قوت متلد یا قوت فیصد اس چیز کو فرض کر کے کام میں لاتی ہے۔ جو ہم کو پہلے ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ اور آخری فیصد ہی اس چیز کی غور و خوض کا تجربہ پر منحصر ہوتا ہے۔ قوت متجدد حافظہ ہی کے خزانوں سے خیالات کا انتخاب کرتی ہے۔ اور مختلف اقسام کے باہم ربط سے ایک نئی بات پیدا کرتی ہے۔ یعنی ہم میں اتنی ہی طاقت نہیں کہ گزشتہ واقعات کے ضبط امکان کے سوا زمانہ ماضی کو ہم یاد کر سکیں۔ یا آئندہ واقعات کے واسطے دوران زندگی یا پیش بندی کو کام میں لا سکیں۔

چنانچہ اسطرح حافظہ کو ہم بیکار نہ کر سکتے۔ ایک تو واقعات کا جمع کرنا۔ اور

دوسرے انکے نتائج یا خود آئینہ کے لحاظ سے اگلی تقسیم یعنی ایک سے مسائل بھی ہوتے ہیں اور دوسرے سے یہ قابل استعمال بنتے ہیں چنانچہ اجتماع ہماری ابتدائی عمر کا کام ہے۔ اور تقسیم نمودار ہماری زیادہ عمر یا شیخوخت کا ۔

واعنی اشغال میں سے سب سے بڑھ کر خوش کن اور دل بہانیا والا شغل مختلف اعضاء اور اجزاء کا جمع کرنا اور پھر انکا منتشر کرنا ہے۔ ہر ایک نئی چیز دیکھ کر خوش ہونا ہماری فطرت میں داخل ہے۔ اور ایک وقت ایسا آتا ہے۔ اور جو کچھ ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ سب ہمارے نزدیک ایک نئی چیز بن جاتا ہے۔ جب ہم دنیا میں قدم رکھتے ہیں تو جد پھر ہماری نگاہ جاتی ہے۔ علم خوشی کو ہمراہ لیکر اس کے استقبال کو آتا ہے۔ کائنات کا ہر ایک اختلاف ایک نئی روز خیالات کی ہماری دل میں پیدا کر دیتا ہے۔ نہ ہم کو تحقیق کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ اور نہ محنت کی یعنی میں ہماری نگاہیں کھولنے کی ریر ہوتی ہے کہ ہمارا شوق پورا ہو جاتا ہے ۔

تسل سیکے کہ ہم کو اپنی ناقابلیت یا کمزوری معلوم ہو۔ یا ہم اس قابل ہوں کہ اپنی حالت کا کسی اور حالت سے جو ممکنات سے ہو۔ متقابل کر سکیں بہت کچھ سرت جو ہم کو اس میں مدد علم پر پہلی ہی دفعہ سرسری نظر مارنے سے حاصل ہوتی ہے زائل ہو جاتی ہے۔ لہذا ہم کو اپنی ابتدائی معلومات کی مسرتوں کے نشانات بہت ہی کم بائیکل نہیں ملتے۔ تاہم ہم کو اچھی طرح یاد رہتا ہے کہ ایک ماہ وہ بھی تھا جب قدرت ہم کو پہلے عجائبات دکھاتی تھی۔ جہاں ہم قدم رکھتے تھے وہ مسرت ہماری خیر مقدم کو آگے بڑھتی تھی جبکہ اب ہم ایشیا ہی نہیں پاتے جبکہ سنی لاء سے پانی کی روانی کی آواز کہہ دینتے کہے بچوں میں سے ہمارے گزرنے کی سنسارٹ۔ پر زندگی کی خوش الحانی تلخ چرکا کا لہو اور سبزہ زاروں میں جو یادوں کا نظارہ۔ ہماری عجز استعداد کو کر لیتا تھا کہ ہم کو نہ تصنع و لغوات کا کچھ خیال رہتا تھا۔ اور نہ دنیاوی کاروبار کا کچھ وہ بیان ہونا تھا ۔

مگر یہ سہل الحصول مسرتیں بہت جلد ختم ہو جاتی ہیں۔ ہم بہت تھوڑے عرصہ میں اس قدر مشاہدہ کر لیتے ہیں کہ ہم نئی چیزوں کو تلاش کرتے ہیں۔ اور اپنی عمر اور کتابوں کے میدان کو اپنی اس کوشش کا چالانگاہ بناتے ہیں۔ لیکن مطالعہ ہمیشہ صحت طلب کام ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ انسان کی اس سے طمانیت ہو سکے گفتگو جو ایک دوسرے سے باہمی تبدیل خیالات کا ذریعہ ہے۔ گو مسرت بخش ہے مگر ساتھ تکلیف دہ اور سنج آدہی۔ ہم راضی ہیں کہ ہم کچھ سیکھیں۔ یا تحصیل کریں مگر یہ گوارا نہیں کہ ہم کو کوئی سیکھلائے۔ اور مختصر یہ ہے کہ جہالت ہمارے دل کا کام کرتی ہو۔ مگر اس سے بڑھ کر دوسرے شخص کا علم ہمارے دل کا کام کرتا ہے ۴

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ انسان شاگردی کے وقت سے خود بخود درمیانی عمر میں آزاد ہو جاتا ہے۔ یہ ذہن کے دروازے بند کر لیتا ہے اور اپنی موجودہ حالت میں بے غل و غشا آرام کر نیکاً مصمم ارادہ کر لیتا ہے۔ اور وہ لوگ جنہیں تحقیقی مادہ عرصہ تک باقی رہتا ہے پناختیاً یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ انکے مکتوبوں نے انکو فراموش کر دیا ہے ۴

جون جو انسان زندگی کا سفر طے کرنا چاہتا ہے، اسکو اپنے آپ میں اور انہیں جو اس سے چھوٹے ہیں اور جو اس سے بڑے ہیں، ان بدن تناسب تیغیر معلوم ہوتا جاتا ہے۔ اور جب یہ قریباً نصف صدی زمانہ کی طے کر لیتا ہے تو شاید ہی ایسکو کوئی شخص ایسا ملتا ہو جو اس سے مرہی آگاہی نہ حاصل کرنا چاہتا ہو جو کسی دانیہ میں یہ ان لوگوں سے حاصل کرنا چاہتا تھا جو اس سے پہلے کئی نسلوں میں سفر زندگی کی طے کر چکے تھے ۴

اب اس وقت یہ حافظ کا ہی مخزن ہے جو کہلتا ہے۔ اور اس کھلے دروازہ سے برسوں کے جمع ہونے خزانے غامض کشادہ ولی۔ شہرت۔ یا باہمی اور خیالات کے

فوائد کی غرض سے نکلنے میں ہر ایک شخص دوسرے کا غرض مند ہو اور اسکو بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ جب کوئی اسکا غرض مند ہو۔ اور چونکہ بہت ہی کم لوگ ایسی ہو سکتے ہیں۔ وہ با ضرورت۔ حدود و جہ کی غور و خوض کی محنت شاقہ گوارا کرتے ہوں۔ وہ شخص جس نے اپنی منفعت یا عزت کے لحاظ سے کافی علم تحصیل کر لیا ہے۔ شاید نا دہر پنہی ایسے تحصیل کے دریغ ہوتا ہے۔

جن باتوں کو ہم نے غور و خوض سے تحصیل کیا ہے اور کیا یاد کرنا انکی تحصیل سے کم خوش آمد اور مسرت بخش ہونا اگر وہ مرحلہ زندگی کے حوادث کی دسترس سے بری اور انکی اثر سے محفوظ اور مامون رکھے جاسکتے۔ لیکن ہمارے خیالات کا سلسلہ ضروری ہے کہ ایسا ہو کہ جسین نیکی اور بدی وہ دن منسلک ہوں۔ اور کوئی بدی بغیر تکلیف کے اور کوئی خوشی بغیر رنج کے ہم کو میسر ہو سکے۔ جو گزشتہ خیالات ہمارے دل میں تازہ ہوتے ہیں وہ ہم کو ایک ایسا زمانہ ماضی دکھاتے ہیں۔ جب کسی ایسی خوشی کا لطف ہم کو حاصل ہوتا تھا جسکو ہم اب نہیں پاسکتے جب ایک ایسی امید کا پھول ہمارے دل میں شگفتہ تھا جسکو زمانہ کی گرم سے گرم ہو اکا جھونکا بھی پژمردہ نہ کر سکتا تھا۔ اور جب ایک ایسا خاص مدعا ہمارے ذہن میں تھا جسکو لا پرواہی یا بے توجہی کا ماتھ نہ لگا تھا۔

خواہ اس وجہ سے کہ زندگی میں بہ نسبت آرام و آسائش کے تکلیف بہت ہیں۔ یا اس وجہ سے کہ بدی کا بہ نسبت نیکی کے طبیعت پر زیادہ اثر ہوتا ہے۔ یقینی امر ہے کہ جب کوئی شخص اپنے گزشتہ ایام پر غور سے نظر ڈالے گا۔ ممکن نہیں کہ اس کے دل پر ایک شتم کی خشکی اور کسالت نہ چھا جائے۔ اسکو بہت ہی ایسے مصائب یاد آتے ہیں۔ جو اسکی اپنی بیوقوفی سے اسپر نازل ہوئے تھے۔ اور بہت ہی ایسے موقعوں کا خیال آتا ہے جو خود اسکی اپنی غفلت اور بے پرواہی سے اسکے ماتھ سے

نکل گئے تھے۔ اسکے عزیز متوفیوں کی شکلیں اسکی آنکھوں کے سامنے آتی ہیں اور یہ اپنے ایامِ جوانی کے دوستوں۔ اپنی ہم صحبتوں اور مشفقوں۔ اور اپنی محنت اور مشقت کے ہمراہیوں کا ماتم کرتا ہے۔ جو اسکے دیکھتے پنجہ اہل بین گرفتار ہو چکے ہیں +

مشابہ عالمِ بین سے ایک شخص کا ذکر ہے کہ جب اس سے کہا گیا کہ آپ قوتِ حافظہ کو بڑھانے کا علم سیکھ لیجئے۔ تو اس نے جواب دیا کہ میری تو خوش ہے کہ خاموشی کا علم سیکھوں۔ کیونکہ اسکی قوتِ حافظہ ان مصائب کو اُسکے سامنے لاتی تھی جنکا خیال کرنا بھی اُسکو ناگوار اور اُسکے واسطے نا قابل برداشت تھا۔ اور اسی باعث سے اُسکو نہایت خوشی حاصل ہوتی اگر کوئی ایسی دوا ہے ملتی جسکو پی کر یہ از خود رفت ہو جاتا اور اپنے خیالات کی دسترس سے بھر نکل جاتا +

اس بارہ میں ہم ایک سرے سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ بہا در سہو بہا در سپاہی اور خدار سیدہ سے خدار سیدہ ولی۔ بالکل ایک ہی جیسے فانی نشان ہیں جو زندگی کے بوجھ کے نیچے گزر گئے ہیں۔ گزشتہ باتوں کے یاد کرنے کے خیال ہی سے ہچک چڑتے ہیں۔ اور انکے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں۔ کہ کوئی خاموش کن دوا ملے +

ک ک ک



HOW TO KEEP UP MEMORY

EMBRACING THE
NATURAL AND PHYSIOLOGICAL
IMPROVEMENT OF
MEMORY.



A BOOK LEARNED IN ONE READING



ESPECIALLY SUITED TO THE
REQUIREMENTS OF THE STUDENTS

COMPILED BY



HAKIM GULAM NABI
ZUBDA TU HAKAMA

EDITOR OF THE GUARDIAN OF HEALTH

LAHORE

آخری دوپہے شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ جو یہ دیر آنہ لیا جائے گا۔
